لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

خدا کو اپنے بندوں سے پیار ہے

لڑائی کا میدان ہے دشمنوں میں بھاگ دوڑ مچی ہے، جس کو جہاں امن کا گوشہ نظر آتا ہے، اپنی جان بچا رہا ہے، بھائی بھائی سے، ماں بچہ سے، بچہ ماں سے الگ ہے، اسی حال میں ایک عورت آتی ہے، اس میدان حشر میں اس کا بچہ گم ہو گیا ہے، محبت کی دیوانگی کا یہ عالم ہے کہ جو بچہ بھی اس کو سامنے نظر آجاتا ہے، بچہ کے جوشِ محبت میں اس کو چھاتی سے لگا لیتی ہے اور اس کو دودھ پلا دیتی ہے، رحمۃ للعالمین ﷺ کی نظر پڑتی ہے، صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ "کیا یہ ممکن ہے کہ یہ عورت خود اپنے بچہ کو اپنے ہاتھ سے دہکتی آگ میں ڈال دے"، لوگوں نے عرض کی۔ "ہرگز نہیں!" فرمایا: "تو جتنی محبت ماں کو اپنے بچہ سے ہے خدا کو اپنے بندوں سے اس سے بہت زیادہ محبت ہے"۔ (صحیح بخاری باب رحمۃ الولد)

ایک دفعہ ایک غزوہ سے آپ واپس تشریف لا رہے ہیں، ایک عورت اپنے بچہ کو گود میں لے کر سامنے آتی ہے، اور عرض کرتی ہے "یا رسول اللہ ﷺ! ایک ماں کو اپنی اولاد سے جتنی محبت ہوتی ہے، کیا خدا کو اپنے بندوں سے اس سے زیادہ نہیں ہے"۔ فرمایا: "ہاں! بیشک اس سے زیادہ ہے"۔ بولی "تو کوئی ماں تو اپنی اولاد کو خود آگ میں ڈالنا گوارا نہ کرے گی"۔ یہ سن کر فرطِ اثر سے آپ پر گریہ طاری ہو گیا پھر سر اٹھا کر فرمایا: "خدا اس بندہ کو عذاب دیتا ہے، جو سرکشی سے ایک کو دو کہتا ہے"۔ (سنن نسائی باب ما یرجی من الرحمۃ)

مولانا سید سلیمان ندویؒ ——— ماخوذ مقالات سلیمانی جلد ۳

۱۰ اکتوبر ۱۹۹۳ء

سالانہ ستر روپے

فی شمارہ تین روپے

Regd. No. LW/NP56

Office : 385538
Princi. : 72316
G.House : 73664

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW (India) 226007

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ کی بہترین دوا

لیبل پر ڈرگ لائسنس نمبر اور کیپ سول پر مارکہ ضرور دیکھیں انڈین کیمیکل کمپنی کی کہیں کوئی برانچ نہیں ہے دھوکہ نہ کھائیں۔ مئو کا بنا اصلی نورانی تیل مئو کا پتہ دیکھ کر خریدیں۔

INDIAN CHEMICAL MAU, N.B. 275101

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لیے ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں۔ حاجی محمد فہیم خاں۔ محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر: ۲۶۷۹۱۰ ——— 267910

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبودار عطریات، عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ۔ عرق گلاب و دیگر عرقیات کی ایک قابلِ اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لا کر خدمت کا موقع دیں۔

خط و کتابت کا پتہ

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس چوک لکھنؤ

اظہار احمد اینڈ سنس

پرفیومرس

چوک۔ لکھنؤ

عطر حنا | عطر شمامہ

IZHAR AHMAD & SONS
PERFUMERS

TRADE MARK

CHOWK-LUCKNOW.
226003

عربی | اردو | ہندی | اور انگریزی | کی کمپوزنگ | بذریعہ کمپیوٹر

اعلیٰ اور معیاری طباعت کا ایک اہم مرکز

آزاد پرنٹنگ پریس

فون: ۲۳۳۶۸۵

۳۷۔ محبوب بلڈنگ نظیر آباد لکھنؤ

خریدار حضرات

اس پر ضرور عمل کریں

خریدار حضرات منی آرڈر اور خط و کتابت کرتے وقت اگر وہ قدیم خریدار ہیں تو خریداری نمبر کے حوالہ کے ساتھ ساتھ مکمل نام و پتہ انگریزی میں کوپن اور خط میں ضرور لکھیں، خریداری نمبر لکھنے سے منی آرڈر کے اندراج اور خطوط کی کارروائی میں جلدی اور آسانی ہوتی ہے۔ خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے۔ اور اگر جدید خریدار ہیں تو جدید ہونے کی صراحت اور مکمل نام و پتہ بھی انگریزی میں ضرور تحریر کریں البتہ اردو زبان کے فروغ کے لیے خط و کتابت اردو زبان میں کریں۔ والسلام

(ادارہ)

اعلان برائے مفقود الخبر۔ اطلاع بنام مدعیٰ علیہ مقدمہ ۲۰۷/۱۷ ۱۴۱۳ھ

مدعیہ۔ پیاری بیگم بنت اللہ رکھو مقام باغ ترجنگ مکان ۵۵ ڈاکخانہ و تھانہ وزیر گنج ضلع لکھنؤ

بنام

مدعیٰ علیہ۔ رحمت علی ولد تجو مقام اصطبل چار باغ کٹھالی نہ مکان ۱۱۳ ڈاکخانہ موسوی گنج تھانہ وزیر گنج ضلع لکھنؤ

مقدمہ ھذا میں مدعیہ پیاری بیگم ولد اللہ رکھو نے آپ کے خلاف عدالت مرکزی دار القضاء یوپی لکھنؤ میں مقدمہ دائر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میری شادی مدعیٰ علیہ مذکور سے ۱۵ سال قبل ہوئی اس عرصہ میں چھ بچے ہوئے جس میں سے دو مر گئے اور چار بچے باحیات ہیں جو میرے پاس ہیں اور اس عرصہ میں نان و نفقہ کی بڑی تکلیف رہی مدعیٰ علیہ نے دوسری شادی کر لی ہے اور مجھ سے قطع تعلق کیے ہوئے ہے کسی طرح کی خبر گیری نہیں کر رہا ہے میں اپنے میکہ میں بچوں کے ساتھ ہوں اور کام کاج کر کے اپنا اور بچوں کا پیٹ پالتی ہوں مذکورہ اسباب کی بنا پر فسخ نکاح چاہتی ہوں۔

اس لیے آپ کو اس اعلان کے ذریعہ مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی موجود ہوں تاریخ ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۳ء بروز جمعرات بوقت ۱۰ بجے دن عدالت مرکزی دار القضاء ندوۃ العلماء یوپی لکھنؤ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں بصورت عدم پیروی و حاضری مزید مہلت دیئے بغیر مقدمہ کی کارروائی مکمل کر کے حکم صادر کیا جا سکتا ہے۔

فقط۔ قاضی شریعت مرکزی دار القضاء لکھنؤ

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے آزاد پریس لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لیے شائع کیا

تعمیر حیات

پندرہ روزہ — لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد ۳۰ | ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۳ء | مطابق ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ | شمارہ ۲۳

ادارِیہ

شمس الحق ندوی

بندۂ مومن کو اپنا عزم و حوصلہ بلند رکھنا چاہیے

اس وقت ہم جس ماحول و فضا میں سانس لے رہے ہیں وہ مغرب کی مادہ پرستی اور جاہ طلبی کا ماحول ہے، جس نے انسان کو من کا راجہ اور نفس کا غلام بنا کر اس کو ہر قید و بند سے آزاد کر دیا ہے اور زمانہ کی فضاؤں میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بس ایک ہی صدا گونج رہی ہے۔ "بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست"۔ جو مزے اڑانے ہیں اڑا لو کہ یہ دنیا اجڑ کر پھر نہ بسے گی۔ اس خیال و تصور نے تمام پیمانوں کو بدل دیا ہے۔ اور دلوں میں یہ بات اتار دی ہے کہ دینی حدود و قیود مادی ترقی اور عیش کوشی کی راہ میں زبردست رکاوٹ ہیں اور جب انسان دینی حدود و قیود اور بچی کھچی انسانی اقدار کے بندھنوں سے بالکل آزاد ہو جائے تو اپنی معمولی سے معمولی خواہش کے پورا کرنے اور نفع اندوزی کی خاطر اس کو کچھ بھی کر گزرنے میں کیا باک ہوگا، اب دنیا سمٹ سمٹا کر ایک گھروندہ بن کر رہ گئی ہے، ہم اپنے گرد و پیش ہی نہیں بلکہ مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک نظر دوڑائیں تو نظر آئے گا کہ قتل و خوں ریزی، لوٹ مار، بے حیائی اور فحاشی، بے مروتی اور طوطا چشمی، منافقت، مکر، دھوکا دہی کی ایسی طوفانی ہوائیں چل رہی ہیں کہ الحفیظ، الاماں۔ دعویٰ تو یہ کیا جا رہا ہے کہ انسان نے ترقی کی ہے، وہ پہلے سے زیادہ مہذب و متمدن ہوا ہے، زندگی کے وہ وسائل اور سہولتیں ایجاد کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے جن کا انسانی تصور و خیال میں آنا محال تھا، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان سائنسی ترقیوں کے بعد انسان ان حقائق اور وعدوں پر ایمان لاتا جو خالق کائنات نے اپنے نیک بندوں سے کیے اور وحی کے ذریعہ اپنے رسول کو بتائے ہیں اور رسولِ خدا نے اس کی تفصیل بیان کی ہے جن لوگوں نے انکار کیا تھا ان کے انکار کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اپنی محدود عقل کے دائرہ میں جس پر اوہام و خرافات کا غلبہ تھا محال سمجھ کر اس پر یقین نہیں لاتے تھے لیکن جدید ترقیوں نے کسی بھی صاحب فہم و ذکا کے لیے ان حقائق کو سمجھنے کے لیے راستہ ہموار کر دیا ہے۔

مگر ان ترقیات کے نشہ میں انسان نے ان حقائق کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی بلکہ ترقیات کے نقد فوائد کے سامنے وہ ان دائمی فوائد پر غور کرنے کے ہوش میں ہی نہیں ہے، اور اپنے کو مختلف منصوبوں میں کامیاب پا کر خود کو برسرِ حق اور مقبول سمجھنے لگا ہے اور بجائے اس کے کہ ضمیر کی خلش محسوس کرے اپنی ہر کامیابی کے ساتھ اور زیادہ غافل و مطمئن ہوتا جاتا ہے اور اپنے عمل پر احتساب کی ضرورت ہی سرے سے نہیں سمجھتا۔ قرآن کریم نے اس ترقی کا بھی راز کھول کر بیان کر دیا ہے پھر بھی انسان غور کرنے کے حال میں نہیں۔ فرمایا:

"مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ" جو کوئی دنیا کی نیت رکھے گا ہم اس کو دنیا میں سے جتنا چاہیں گے جس کے واسطے چاہیں گے، فوراً ہی دے دیں گے۔

بہت وضاحت کے ساتھ یہ بات کہہ دی گئی کہ ہم طالب دنیا کو دنیا دیں گے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اتنا دیں جتنا وہ چاہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر چاہنے والے کو دیں۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی اپنی چاہت میں کامیاب ہوتا ہے اور کوئی ناکام اور کوئی تو ایسا ناکام ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور وہاں پہنچ جاتا ہے جہاں تلافی کی راہیں بند ہو چکی ہوتی ہیں۔ اور اس کا انجام اس دنیا کے بنانے والے کا غضب اور آگ کی دائمی سزا ہوگی جس کو آیت کے دوسرے جز میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا" پھر ہم اس کے لیے جہنم رکھیں گے، اس میں وہ بدحال اور راندہ ہو کر داخل ہوگا۔

آیت کے اس دوسرے جز سے یہ بات خوب واضح ہو گئی کہ فوری کامیابی مطلق صورت میں ہرگز خوش ہونے والی نہیں دیکھنا تو یہ چاہیے کہ اس کا آخری انجام کیا ہے اگر صرف دنیا ہی تک اس کا نفع محدود ہے تو خرابی ہی خرابی ہے۔

عاجلہ یعنی دنیائے فانی کی بڑھی ہوئی ہوس نے اس وقت جو صورت حال پیدا کر دی ہے ہر صاحب عقل و شعور اس کو دیکھ کر حیران و ششدر ہے اور کوئی بات

سرپرست

مولانا معین اللہ ندوی

نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ادارۂ تحریر

شمس الحق ندوی

محمود الازہار ندوی

مشاورت

مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا سلمان حسینی ندوی

مولانا محمد خالد ندوی — مولانا عبد اللہ حسنی ندوی

مولانا محمد رضوان ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید

خط و کتابت و منی آرڈر کا پتہ

تعمیر حیات، پوسٹ بکس نمبر 93

ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 (یوپی)

زرِ تعاون ملکی

سالانہ — ستر روپے

فی شمارہ — ۳/۰۰

بیرونِ ملک فضائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک

۲۵ ڈالر

بیرونِ ملک بحری ڈاک

بحری ڈاک سے — ۱۰ ڈالر

نوٹ: ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں، اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہونچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ ۷۰ روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری تین وصیتیں

عبد اللہ حسنی ندوی

کہا جاتا ہے کہ جب کوئی دنیا سے جانے لگتا ہے اور اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ اب وہ زیادہ اپنے گھر والوں بال بچوں کے درمیان نہ رہ سکے گا تو ایسے نازک وقت میں اپنے کنبے کے افراد کو بلا کر وہ ایسی باتیں کہتا ہے جن کو اپنی زندگی کا نچوڑ اور افراد خاندان کے لیے بہت اہم اور نہایت کارآمد و مفید سمجھتا ہے، دنیا سے جانے والا جتنا جہاندیدہ، تجربہ کار اور علم و عقل میں پختہ ہوتا ہے اس کے بقدر اس کی نصیحت و وصیت لائق توجہ اور قابل تقلید ہوتی ہے، اپنے اپنے زمانہ کے صاحبان علم و فضل نے نصیحتیں اور وصیتیں کیں ہیں جن کو جمع کر کے بعض حضرات نے مستقل کتابیں تیار کر دی ہیں، لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان میں حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو جو مرتبہ و مقام حاصل ہے وہ کسی صاحب ایمان سے پوشیدہ نہیں اور پھر جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں بطور نصیحت و وصیت وہ باتیں ارشاد فرمائی ہوں۔

احادیث کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری ایام زندگی میں امت اسلامیہ کو چند اہم امور کی طرف توجہ دلائی ہے اور ان میں بھی تین باتیں بطور خاص ارشاد فرمائیں جو بنیادی اور اصولی حیثیت رکھتی ہیں جن کے بغیر صحیح اسلامی معاشرہ کبھی بھی تشکیل نہیں پا سکتا۔

پہلی چیز کا تعلق عقائد سے ہے، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباس وغیرہ راوی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کا وقت قریب آیا تو ایک سیاہ دھاری دار چادر آپ پر پڑی ہوئی تھی آپ اس کو کبھی چہرہ مبارک پر ڈالتے جب تکلیف ہونے لگتی تو اس کو ہٹا دیتے اسی حال میں آپ نے ارشاد فرمایا یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہیں بنا لیا اور یہ بھی ارشاد فرمایا میری قبر کو جشن گاہ (اور ایک روایت میں) سجدہ گاہ مت بنانا۔ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو عقیدہ کے بگاڑ اور شرک کی آلودگی سے محفوظ رکھنے کے لیے بہ نہایت واضح تعلیمات عطا فرمائی ہیں کیونکہ اسلام کا بنیادی رکن توحید خالص ہے جس کے بغیر کوئی بھی عمل قابل قبول نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کے آئینہ میں یہ بات آئی کہ امت کے عقیدہ میں شرک کی آمیزش سب سے زیادہ قبر پرستی سے آئے گی اور یہ امت مردہ پرست ہو کر رہ جائے گی، جس کا مشاہدہ ہم سب کھلی آنکھوں کر سکتے ہیں، مزاروں درگاہوں اور مقبروں میں کیا کچھ نہیں ہو رہا ہے بلکہ اب بعض جگہوں پر ایسا کھلم کھلا شرک ہو رہا ہے کہ بتوں کی پوجا اور اس میں فرق مشکل ہے اعاذنا اللہ منہا۔ اس لیے آپ نے امت کو اپنے آخری مرض میں قبر پرستی کے فتنہ سے بچانے اور شرک جیسی گھناؤنی چیز سے محفوظ رکھنے کے لیے بار بار تاکید فرمائی اور اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کا بھی استثناء نہیں فرمایا تاکہ ساری امت پر خوب اچھی طرح واضح ہو جائے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے ساتھ یہ مشرکانہ عمل نہیں کیا جا سکتا تو اولیاء و شہداء اور دوسرے نیک بندوں کی قبروں کے ساتھ تو بالکل ہی نہیں کیا جا سکتا اور ایسا کرنا سراسر ظلم ہوگا اور کفر و شرک کے مرادف ہوگا۔

دوسری بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادات کے تعلق سے فرمائی اور بار بار فرمائی وہ نماز کا اہتمام اور پابندی ہے کیونکہ یہ اسلام کی جان اور عبادات کی ریڑھ کی ہڈی ہے، اس کے بغیر اسلام کا تصور ہی نہیں تھا، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ منافق بھی نماز نہیں چھوڑ سکتے تھے اور آج جو کچھ ہو رہا ہے اس پر آسمان و زمین بھی گریہ کناں ہوں تو کوئی تعجب نہیں، اور جہاں کہیں بھی کچھ بھی اسلامی شکل پائی جاتی ہے وہاں آج بھی نماز کو اولیت اور ترجیح حاصل ہے۔

تیسری بات معاملات کے تعلق سے ارشاد فرمائی اور بڑی اہمیت و تاکید سے فرمائی، غلاموں، ماتحتوں اور دستنگروں کی خبرگیری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی، وفات کے قریب آپ کی زیادہ تر وصیت یہ تھی: "الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم"۔ دیکھو! نماز کا اہتمام کرنا اور غلاموں اور ماتحتوں کا خیال رکھنا، یہ آپ برابر فرماتے رہے، یہاں تک کہ زبان سے ان الفاظ کا ادا کرنا مشکل ہو گیا اور معلوم ہوا کہ آپ سینہ مبارک سے ان الفاظ کو ادا کرنے کی کوشش فرما رہے ہیں۔ آج کہنے کو تو دور غلامی ختم ہو گیا لیکن ذہنی، عقلی فکری اور اقتصادی غلامی کا ہر طرف دور دورہ ہے، ایسے غلاموں کی تعداد بڑھانے کے لیے طرح طرح کے اسباب اختیار کیے جاتے ہیں، کہیں اشتراکی عقل و فکر کی بالادستی قائم کرنے کے لیے اس کی مدح سرائی میں آسمان و زمین کے قلابے ملائے جاتے ہیں اور جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کرنے میں مہارت فن کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، کہیں سرمایہ دار اپنی جھولیوں کو بھرنے کے لیے اور اپنی زمین ہموار رکھنے کے لیے ظلم و جبر کا سہارا لیتے ہیں اور غریب مزدوروں کا خون چوس چوس کر اپنی تجوریاں بھرتے اور ان کی محنت اور مشقت کے بل بوتے پر اپنی فلک بوس عمارتیں تعمیر کرتے ہیں، آج کے سرمایہ دار جو کارخانوں کے مالک فیکٹریوں کے ذمہ دار اور صنعت و حرفت کے ادارے چلانے والے ہیں، کیا وہ غریب مزدور اور مفلس ملازم کے حقوق کے بار گراں سے سبکدوش ہو چکے ہیں، کیا وہ اپنی مالی حالت بہتر بنانے اور سرمایہ کو مستحکم کرنے کی فکر میں ان معمولی پیشہ والوں کا استحصال نہیں کر رہے ہیں، کیا وہ مالکان و ذمہ داران مزدور کی بھرپور مزدوری، ملازم کی پوری تنخواہ اور کام کرنے والوں کی مکمل اجرت ادا کر رہے ہیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دیدو۔ (رواہ ابن ماجہ)

اور ایک دوسری جگہ دھمکی آمیز لہجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں یوں فرمایا "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیامت میں تین آدمیوں کے میں خود مدمقابل ہوں گا، ۱۔ وہ شخص جس نے میرے نام پر عہد کیا اور پھر غداری کی۔ ۲۔ وہ شخص جس نے کسی آدمی کو پکڑ کر بیچ لیا اور اس کا پیسہ کھاتا رہا۔ ۳۔ وہ شخص جس نے اجرت پر مزدور رکھے اور ان سے پوری پوری محنت لی اور اجرت و مزدوری نہیں دی۔ (رواہ مسلم)

ظاہر ہے کہ جب خداوند قدوس کسی کے مقابلہ پر آ جائیں تو اس کی ہلاکت و بربادی میں کیا شبہ رہ جاتا ہے ایسے تمام لوگوں کو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ کہیں وہ اپنے کاموں سے اپنی ہلاکت و بربادی کا سامان تو نہیں کر رہے ہیں، دیکھنے میں تو دولت کے انبار لگ رہے ہوں اور حقیقتاً ذلت و رسوائی جمع کی جا رہی ہو، ایسی ہی دولت و کمائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"شَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا"

اے شیطانو! تم ان کے مال و اولاد میں ساجھے دار بن جاؤ، اور ان سے خوب وعدے کرو حالانکہ شیطان کے وعدے محض دھوکا ہیں۔

یہ خالص مال نہیں ہے اس میں شیطان کی ساجھیداری اور شرکت ہے، اس کے وعدے وحیلے کی کارفرمائی ہے، جو وہ طرح طرح سے دل و دماغ میں ڈالتا، اس کے لیے راستے پیدا کرتا رہتا اور غلط کو صحیح اور حرام کو حلال کے خوشنما لباس میں پیش کرتا رہتا ہے، اس کے ساتھ پیسے کی بڑھتی ہوئی ہوس اور بینک بیلنس کا شوق ان وعدوں کے چکر اور حیلوں کے ہیر پھیر میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس طرح ان اغنیاء و اثریاء کو حقوق کی پامالی کے وبال میں گرفتار اور مزدوروں اور بے کسوں کو آہ و زاری کا شکار بنا دیتا ہے، ایسی دولت کے آنے سے اگرچہ سرمایہ دار کا گھر بھر جاتا ہے لیکن حقیقت میں اس کا گھر اجڑ جاتا ہے اس کی مثال ایسے آدمی کی سی ہے جو دیکھنے میں تر و تازہ و صحت مند معلوم ہوتا ہو لیکن اندر سے روگ نے اس کو گھلا دیا ہو۔

ہونا یہ چاہیے تھا کہ وہ اس طبقہ کے لیے ایسی پالیسی وضع کرتے جس سے اس کو اقتصادی بحالی اور معاشی استحکام حاصل ہوتا، اسی کی طرف اس مشہور حدیث میں اشارہ پایا جاتا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین آدمیوں کا قصہ سنایا ہے جو کہیں جنگل میں چلے جا رہے تھے رات گزارنے کے لیے ایک غار کا انتخاب کیا لیکن رات کو اس کے دہانے پر ایک چٹان آ کر اٹک گئی نکلنے کی کوئی سبیل نہیں رہ گئی

باقی ص ۶ پر

بنائے نہیں بن رہی ہے، جو کچھ ہوش حواس رکھتے ہیں اور ان خرابیوں سے نکلنے کی راہ دکھانے کی فکر و کوشش کرتے ہیں، ان کو یہ کہہ کر ناقابل اعتنا بنانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ پرانے ٹائپ کے لوگ ہیں ان کو نئی روشنی نہیں بھاتی، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت قافلۂ انسانیت کی کشتی سخت خطرات سے دوچار ہے۔ بالکل اس طرح جیسے کشتی سے موجوں کے تھپیڑے ٹکرا رہے ہوں، رات کی تاریکی ہو اس پر ستم بالائے ستم یہ کہ کالی کالی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوں اوپر سے بادل ٹوٹ کر برس رہا ہو، اور نیچے پہاڑ جیسی موجیں اٹھ رہی ہوں، ان کے شور و گھڑگھڑاہٹ سے دل ہلے جا رہے ہوں اور چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی ہوں، اس خوفناک منظر کی تصویر کشی قرآن کریم سے بڑھ کر کون کر سکتا ہے ارشاد ہے:۔

"كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا"

جیسے دریائے عمیق میں اندھیرے جس پر لہر چلی آتی ہو، اور اس کے اوپر اور لہر (آ رہی ہو) اور اس کے اوپر بادل ہو غرض اندھیرے ہی اندھیرے ہوں ایک پر ایک (چھایا ہو) جب اپنا ہاتھ نکالے تو کچھ نہ دیکھے۔

اس وقت کی صورت حال اس دور اور ماحول کو تازہ کر رہی ہے جو بعثت نبوی سے قبل تھی، مادہ پرستی کا ایسا جادو چلا ہوا ہے کہ اس کی لت اور طلب میں غیر تو غیر امت مسلمہ کے بہت سے افراد اس کے پیچھے اپنی دینی غیرت و حمیت تک کو خیرباد کہہ کر اسی کے پیچھے دوڑنے لگے ہیں بلکہ بسا اوقات تو اسی کی طلب و چاہت یا سستی شہرت و جاہ کی چاہت میں قومی ملی مفاد تک کو داؤں پر لگا دیتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی خوب پذیرائی بھی ہوتی ہے اس لیے کہ دین دشمن طاقتوں کو ایسے مہروں کی ضرورت ہوتی ہے یہ مہنگا سودا کتنے دن کے لیے۔ ایسے لوگوں کو مذکورہ آیت کو بار بار پڑھنا چاہیے شاید اس کی کوئی ضرب آنکھیں کھول دے۔

"مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا"

جب پوری انسانیت کا مزاج دو بن گیا ہو جس کی ہلکی سی جھلک اوپر پیش کی گئی اور اس پر ستم یہ کہ امت مسلمہ کے بھی کچھ افراد اسی دھارے میں بہنے لگیں اور اسلامی اصول و اقدار کی مخالفت پر اتر آئیں تو ایسے میں امت مسلمہ کے علمائے ربانیین اور مخلص داعیوں کا کام بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اور ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے اس لیے کہ نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء ہی کو باقیات کار نبوت کی نیابت کرنی ہے اور جب کار نبوت کی نیابت کرنی ہے تو ان مشکلات و دشواریوں سے بھی دوچار ہونا پڑے گا جن سے انبیاء کرام کو گزرنا پڑتا ہے اسی طعن و تشنیع اور ملامت سے بھی سابقہ پڑے گا جس سے انبیاء کرام گذرے ہیں، اس بگڑے ہوئے ماحول کے طوفانی جھکڑوں میں جب صبر و ثبات کا ثبوت دیا جائے گا تو اس کے نتائج بھی نصرت خداوندی سے سامنے آئیں گے۔

تھوڑی دیر کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کے دور کو نگاہوں میں لائیے اور ان خطرات و مشکلات کے ساتھ جو حکومت وقت کی طرف سے درپیش تھیں، مال و دولت کے طلب گاروں کی بھی سازشوں پر نظر ڈالیے تو اس دیار میں بقائے اسلام کی کوئی کرن دکھائی نہیں دیتی تھی۔ مگر ع

جہانے را دگرگوں کرد یک مرد خدا گاہے

تنہا حضرت مجدد الف ثانی کی سعی مشکور کے نتیجہ میں اس دیار میں دین اسلام کا چراغ اس طرح روشن ہے کہ دوسرے ملکوں کے مسلمان اس سے روشنی حاصل کر رہے ہیں۔ اس لیے گو ہوا مخالف ہے اور باد صرصر کے جھونکے چل رہے ہیں دنیا کی تمام قوموں کے ساتھ ساتھ انہوں نے بھی تعلیمات نبوت کی من مانی شرح و تفصیل شروع کر دی ہے۔ اور ہماری بعض حکومتوں کے سربراہ بھی اپنی عیاشی میں رخنہ سمجھ کر دین اسلام کے مخالف ہو گئے ہیں۔ علماء اور دینی کارکنوں کو ان کے مقابلہ میں ہمت نہ ہارنی چاہیے۔ بلکہ "إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ" کے خدائی وعدہ پر اعتماد و بھروسہ کر کے اپنے کام کو جاری رکھنا چاہیے، وہ وقت بھی آئے گا جب تاریکی کے بادل چھٹیں گے اور حق و صداقت کی صبح نمودار ہوگی۔

اس وقت دنیا میں جو اندھیر مچا ہوا ہے وہ کمزور ایمان دلوں میں یہ وسوسہ نہ پیدا کرے کہ نعوذ باللہ جل شانہ خدائے بزرگ و برتر کی قدرت و اختیار سے باہر ہو گئی ہے اور وہ مجبور و لاچار ہے یہ ایک مومن کا عقیدہ نہیں بلکہ جو کچھ ہو رہا ہے اسی کی طرف سے استدراج اور ڈھیل کے طور پر ہو رہا ہے جب تک اسے منظور ہے۔ اس لیے ہمت ہارنے کی کوئی وجہ نہیں ہاں حسن تدبیر اور حکمت و دانشمندی کے ساتھ داعیوں اور دینی کارکنوں کو اپنا سفر جاری رکھنا چاہیے اور ہمت و حوصلہ کے ساتھ جاری رکھنا چاہیے اس لیے کہ اس اندھیر کی مکافات عمل کا ایک وقت مقرر ہے جو آ کے رہے گا۔

اس میں شبہ نہیں کہ داعی کے لیے غیر معمولی رکاوٹیں اور دشواریاں ہیں وہ جو کچھ کہنا اور سمجھانا چاہتا ہے اس کو جواب ملتا ہے:

"قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا عَامِلُونَ" (فصلت ۔ ۵)

ہمارے دل پردوں کے اندر ہیں اس بات سے جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک حجاب ہے سو آپ اپنا کام کیجیے ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔

مگر صاحب ہمت و حوصلہ لوگ کام بگڑے ہوئے حالات ہی میں کرتے ہیں اور پھر اس کے ثمرات سامنے آتے ہیں اس لیے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔

تاریخ انسانی میں اور تاریخ اسلام میں بھی ایسے حالات بار بار پیش آئے کہ معلوم ہوتا تھا حق و صداقت کا چراغ اب گل ہوا تب گل ہوا لیکن صاحب عزم و ہمت بندگان خدا نے ان حالات کے سامنے سپر نہیں ڈالی وہ اپنا قدم آگے ہی کی طرف بڑھانے میں کوشاں رہے اور جب پورے طور پر جانچ پرکھ لیے گئے تو حالات بدل گئے جس کی ایک مثال تو اوپر حضرت مجدد صاحب کی گذری اور بہت ہی معروف و مشہور اور نہایت خطرناک صورت حال تاتاریوں کے دور عروج کی ہے معلوم ہوتا تھا کہ روئے زمین پر اب اسلام کا کوئی نام لیوا باقی نہ رہے گا لیکن وہی تاتاری جن سے اسلام کو خطرہ تھا اور جو اسلام کو مٹا دینے کے درپے تھے اولوالعزم بندگان خدا کی مساعی جمیلہ نے ایمان و یقین کا ایسا صور پھونکا کہ جس درندہ صفت قوم سے اسلام کو خطرہ لاحق تھا وہ پوری کی پوری قوم اسلام میں داخل ہو گئی اور اسلام کو گلے سے لگایا اور اسلام کی ایسی خدمت کی، ایسے افراد پیدا کیے کہ ان سے اسلام کی تاریخ میں، اسلام کے شیدائیوں کے ایک روشن باب کا اضافہ ہوا جس کو شاعر اسلام علامہ اقبال نے صرف ایک شعر میں اس طرح ادا کر دیا ہے ؎

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اسلام ایک دائمی اور ابدی دین حق ہے جو انسانوں کی صلاح و فلاح کے لیے قیامت تک کے لیے آیا ہے اور رہے گا کوئی طاقت اس کو مٹا نہیں سکتی ہاں حجت تمام کرنے کے لیے قسمت کے ماروں کو اسلام کے خلاف سازشوں اور مکر میں وقفہ وقفہ سے بظاہر کچھ کامیابیاں ہوتی نظر آئیں گی تاکہ اہل ایمان کا برابر امتحان ہوتا رہے اور اہل شرک و طغیان پر خلود فی النار کی حجت تمام ہوتی جائے:۔

"يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ"

لہٰذا بندۂ مومن کو اپنا عزم و حوصلہ بلند رکھنا چاہیے اور کتاب و سنت کی روشنی میں برابر اپنا احتساب و جائزہ بھی لیتے رہنا چاہیے کہ وہ کیا کر رہا ہے اس کو کیا کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ حالات سے گھبرا کر بنو اسرائیل کی طرح کہنا شروع کر دے کہ موسیٰ ہم کو کہاں لا کر پھنسایا۔ سامنے سمندر ہے اور پیچھے سے باد و باراں کی طرح بڑھتا ہوا وہ لشکر فرعون جو ہمیں اپنی گرفت میں لے لینا چاہتا ہے لیکن دنیا نے کیا دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نبوی جلال کے ساتھ فرمایا:

"كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ"

ہرگز نہیں میرا خدا میرے ساتھ ہے وہ راہ دے گا۔

اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ تاریخ میں ثبت ہے۔ لہٰذا مایوسی اور ہمت ہارنے کی کوئی وجہ نہیں۔

ہمت شکن اور دل توڑنے والی بات

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سب سے زیادہ اذیت جس بات سے پہونچی ہوگی، وہ میرے خیال میں بنی اسرائیل کا ان سے یہ کہنا تھا کہ:۔

"أُوذِينَا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا" (الاعراف ۔ ۱۲۹)

تمہارے آنے سے پہلے بھی ہم کو اذیتیں پہنچتی رہیں، اور آنے کے بعد بھی۔

یہ بات حضرت موسیٰ کے لیے فرعون کی اس بات سے زیادہ دل توڑنے والی اور حوصلہ شکن تھی، جبکہ اس نے کہا تھا کہ ہم ان کے بیٹوں کو قتل کر ڈالیں گے، اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیں گے، اور بلاشبہ ہم ان پر غالب ہیں۔"

کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے مبعوث فرمایا تھا کہ بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی اور ذلت کی زندگی سے نجات دلائیں، اور اللہ کی طرف ان کی رہنمائی کریں، لیکن انھوں نے اس احسان کا بدلہ کیا دیا؟ کہا کہ تمہارے آنے سے پہلے بھی ہمیں اذیتیں پہونچتی رہیں، اور تمہارے آجانے کے بعد بھی یہی صورت حال ہے، یہی نہیں بلکہ جیسا کہ سورۂ یٰسین میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا قول نقل کیا ہے، جن کے پاس خدا کے کئی کئی پیغمبر اور ہدایت کے قاصد آئے تھے:۔

"قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ"

وہ بولے ہم تم کو نامبارک سمجھتے ہیں۔

اسی زبان اور لہجہ میں گویا بنی اسرائیل حضرت موسیٰ سے کہنا چاہتے تھے کہ تم ہمارے لیے منحوس ثابت ہوئے (کہ تمہاری وجہ سے ہمارے سیکڑوں ہزاروں بچے موت کے گھاٹ اتار دیے گئے) یہ کیسی درجہ جگر خراش اور دل توڑنے والی بات ہے کہ جس قوم کے لیے انسان جان دے، قربانیاں دے، عیش و آرام کی زندگی تج دے، زندگی کو خطرہ میں ڈالے، وہ لوگ اس سے احسان فراموشی، ناشکری اور ناقدری کا معاملہ کریں، اگر وہ احسان کا اعتراف نہیں کر سکتے تھے، تو کم سے کم درجہ یہ تھا کہ خاموش ہی رہتے اگر وہ تو یہ کہہ رہے تھے کہ ہمیں مصائب آپ کے آنے سے پہلے بھی جھیلنا پڑے، اور وہی مصائب آپ کے آنے کے بعد بھی جھیلنا پڑ رہے ہیں، اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو نحس سمجھ رہے تھے، اور کہہ رہے تھے کہ آپ کا وجود ہماری مصیبتوں کا سبب ہے، جب سے آپ آئے ہیں ہم مصائب میں اس طرح گرفتار ہیں جس طرح آپ کی آمد سے پہلے مبتلائے رنج و آلام تھے، مصائب کا ایک تسلسل ہے جو ختم نہیں ہوتا۔

داعی ہر حال میں داعی ہی رہتا ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا کیا جواب دیا؟ یہ ایک دوسرا موقف ہے، ایک نبی برحق اور صاحب وحی داعی الی اللہ کا، انھوں نے اپنی قوم کی اس دلآزار بات کا نوٹس نہیں لیا، اور نہ غضبناک ہوئے، گویا اس حقیر بات کو انھوں نے سنا ہی نہیں، اور جو بات اس کے جواب میں کہی اس سے پیغمبرانہ وقار اور منصب نبوت کے شایان شان حلم و بردباری کا اظہار ہوتا ہے:۔

"قَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ" (الاعراف ۔ ۱۲۹)

کہا، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور اس کی جگہ تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

ایک داعی کی شان ہی نرالی ہوتی ہے، وہ ہر حال میں اور ہر جگہ داعی رہتا ہے، یہاں تک کہ آپ کہیں تو غلط نہیں ہوگا کہ وہ کھانے پینے میں بھی داعی دکھائی دیتا ہے، اپنے گھر میں اپنے افراد خاندان کے ساتھ، اپنے بال بچوں کے ساتھ زندگی گزارنے میں رنج و غم کے موقع پر اس کے داعی ہونے کی شان اس سے جدا نہیں ہوتی، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں بھی یہی بات نظر آتی ہے کہ ہر حال میں آپ داعی نظر آتے تھے، یہاں حضرت موسیٰ کی سیرت میں بھی یہی نقشہ نظر آتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ناشکری اور ناقدری کی بات نے ان پر اثر ہی نہیں کیا، اور اس کو نظر انداز کر کے کہنے لگے "قریب ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دے اور اس کی جگہ تمہیں زمین کا خلیفہ (مالک) بنا دے"، حضرت موسیٰؑ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ یہ بھی سمجھانا چاہا کہ:۔ "ہوش میں رہنا کہیں پھر تمہارا نفس تم کو دھوکہ میں نہ ڈال دے، اور دوبارہ پھر کہیں انہی غلطیوں کا ارتکاب نہ کر بیٹھو جو پہلے تم سے سرزد ہو چکی تھیں"۔ اس لیے بات کو اس طرح مکمل فرما دیا "فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ" پھر دیکھے تم کیسے عمل کرتے ہو، یعنی ایسا نہ ہو کہ تم قبطیوں کی طرح دنیا سے لطف اندوزی میں پڑ جاؤ، یا فرعون اور اس کے ہالی موالی کی طرح دنیاوی عیش و آرام کو اپنا شعار بنا لو اللہ تعالیٰ تمہیں ایک موقع دینے والا ہے کہ وہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو، تمہارا کیا طریق عمل رہتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جس طرح قبطیوں کو زمین کا وارث بنایا ہے تمہیں بھی بنا سکتا ہے:۔

"إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ" (الاعراف ۔ ۱۲۸)

بلاشبہ زمین اللہ کی ہے، اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے اس کا مالک بنا دیتا ہے، اور انجام کار کی بھلائی خدا سے ڈرنے والوں کے لیے ہے۔

اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ" (الانبیاء ۔ ۱۰۵)

اور ہم نے نصیحت کی کتاب (یعنی تورات) کے بعد زبور میں لکھ دیا تھا کہ میرے نیکوکار بندے ملک کے وارث ہوں گے۔

یہاں جو بات واضح کرنا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ داعی الی اللہ کے اعصاب پر دعوت کی روح غالب رہتی ہے، لہٰذا جو بات اس کی زبان سے نکلتی ہے اور جو عمل بھی اس سے صادر ہوتا ہے اس سے دعوت کی روح جھلکتی ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے کچھ اور چاہا اور اللہ تعالیٰ نے کچھ اور کر دیا

ایک دوسری صورت اور سامنے آتی ہے، جو بہت ہی نازک اور کشمکش کی صورت ہوتی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر فرعون کی حدود مملکت سے باہر لے جانے لگے تاکہ اس سرزمین سے آزاد کرا دیں جہاں وہ ذلت اور رسوائی میں دن کاٹ رہے تھے اور جہاں ظالم و جابر حکمراں کی حکمرانی تھی اور جہاں مذہب اور قومیت کی وجہ سے ان پر مصائب کے پہاڑ توڑے جاتے تھے، حضرت موسیٰ نے فیصلہ کیا کہ ان کو سینا کے جزیرہ نما میں لے جائیں، جو فرعون کی شہنشاہیت سے باہر تھا، یہاں عجیب بات سامنے آئی، حضرت موسیٰ کی خواہش تو صرف اس قدر تھی کہ ان لوگوں کو فرعون کی حدود سلطنت سے باہر ایک جائے امن تک پہونچا دیں، بنی اسرائیل کچھ اور امید باندھے ہوئے تھے، مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ تھی کہ فرعون اور اس کے لشکر کو غرق دریا کر دے۔

حضرت موسیٰؑ نے رات کی تاریکی میں سفر شروع کیا، جزیرۂ عرب اور صحرائے افریقہ کے درمیان ایک ہی خشکی کا راستہ تھا، جو افریقہ اور ایشیا کو دوسرے جوڑتا تھا، اور وہ مصر کے شمال مشرق جانب تھا، لیکن رات کی تاریکی میں حضرت موسیٰ راستہ بھول گئے، یہ بھول کوئی اتفاقی بات نہ تھی بلکہ قضا و قدر کا فیصلہ تھا، اور اللہ تعالیٰ کی ایک طے شدہ تدبیر تھی، وہ بجائے خشکی کے راستے کے بحری راستے کی طرف چل پڑے، اگرچہ خشکی کی طرف نکلنے والا راستہ مختصر تھا، مگر رات کی تاریکی میں وہ کہیں سے کہیں پہونچ گئے جب صبح کی پو پھٹی تو دیکھا کہ سمندر سامنے ہے، اور پیچھے پیچھے فرعون کا لشکر ہے، لوگ چیخ اٹھے کہ اب کیا چارۂ کار ہے، ان کو حضرت موسیٰ سے بدگمانی ہونے لگی جو پہلے ہی کچھ کم نہ تھی، کہنے لگے آپ ہم کو ایسی جگہ لے کر آئے ہیں، جہاں ہم فرعون کے چنگل میں پھنس جائیں، آگے دریا پیچھے دشمن "نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن" اب کیا کریں، حضرت موسیٰ کی یہاں بھی پیغمبرانہ اور داعیانہ شان نمایاں ہوتی ہے، سورۂ شعراء میں اس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔

"فَلَمَّا تَرَاءَى الْجَمْعَانِ قَالَ أَصْحَابُ مُوسَىٰ إِنَّا لَمُدْرَكُونَ" (الشعراء ۔ ۶۱)

جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو موسیٰؑ کے ساتھی کہنے لگے کہ اب تو ہم پکڑ لیے گئے۔

اس موقع پر کسی سیاسی لیڈر کا جواب کیا ہو سکتا تھا؟ یہی نا کہ ہم نے بہت سوچ سمجھ کر اور باریک بینی سے پلان بنایا ہے، اور ہم بالکل ٹھیک ٹھیک اپنی پلاننگ کے مطابق چل رہے ہیں، اور ہم کامیابی حاصل کرکے رہیں گے، ہمیں اس کا بالکل یقین ہے۔

ہرگز نہیں! میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے راستہ بتائے گا

لیکن ایک صاحب علم و امانت پیغمبر حضرت موسیٰؑ نے کیا جواب دیا؟ فرمایا:۔

"كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ"

ہرگز نہیں! میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے رستہ بتائے گا۔ (الشعراء۔ ۶۲)

یہ بات انھوں نے پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ فرمائی، پورے اطمینان قلبی اور انشراح صدر سے کہی، اس جملہ کا ہر لفظ بتا رہا ہے کہ ان کو اپنے مالک پر کس درجہ اعتماد تھا، اور اللہ کی قدرت و عظمت پر کس درجہ یقین تھا، اور انھیں پورا یقین تھا کہ یہ راتوں رات کا سفر محض اللہ رب العزت کے حکم سے ہوا وہ رب کریم جو اپنے بندے کو مایوس نہیں کرتا اس کا وعدہ کبھی خطا نہیں کرتا، لہٰذا اس بحر بیکراں کا کیا خوف، اور لشکر جرار سے کیا ہراس؟

اس بات کا خوف کہ وہ اپنے ماننے والوں کو دشمن کے لیے لقمۂ تر بنا دے گا، اللہ تعالیٰ کی رحمت و رافت سے بہت بعید ہے، یہ تو کسی نیک خو حکمراں سے، کسی شفیق باپ سے، کسی صاحب مروت اور شریف انسان سے بھی توقع نہیں کی جا سکتی چنانچہ اگرچہ صورت حال بہت ہی بھیانک اور ظاہری آنکھوں سے خطرات میں لوگ گھر گئے تھے، پھر بھی ان کو ذرہ برابر شک و شبہ نہیں تھا آخر وہ نبی برحق تھے اللہ تعالیٰ کے ایما ہی سے وہ بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات چل پڑے تھے، اور جب اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہر شے ہے، کائنات سب اس کی ملکیت ہے، تو کوئی ایسی بات سامنے نہیں آ سکتی جس سے خوف و ہراس کو دل میں جگہ دی جائے، حضرت موسیٰ نے پورے یقین اور جوش سے فرمایا، ہرگز نہیں! اللہ میرے ساتھ ہے، وہ میری رہنمائی فرمائے گا۔"

اس واقعہ کو جسے قرآن کریم نے بیان کیا ہے، ایک دوسرے واقعہ سے ملا کر دیکھیے اس کا بھی قرآن کریم ہی نے ذکر کیا ہے، اور وہ واقعہ حضرت خاتم الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے:۔

"ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا" (التوبہ۔ ۴۰)

(اس وقت) دو میں سے دوسرے جب وہ دونوں (غار ثور) میں تھے، اس وقت اپنے ساتھی کو کہہ رہے تھے غم نہ کرو، خدا ہمارے ساتھ ہے۔

اس کی تفصیل صحیح بخاری میں پڑھیے، جس کو تمام سیرت کی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفیق سفر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، غار میں تھے کہ حضرت ابوبکر کو مشرکین قریش کی آہٹ محسوس ہوئی اور کہنے لگے، یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کوئی اپنے پیر کی طرف دیکھ لے تو ہمیں دیکھ سکتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "تم ان دو کے بارے میں کیا سوچتے ہو جن کا تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہے"؟ "مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللَّهُ ثَالِثُهُمَا"؟۔

ان دو عظیم پیغمبروں کے واقعات میں کس درجہ مماثلت ہے، اس پر غور کیجیے، ان دونوں پیغمبروں کے درمیان قدر مشترک یہ ہے کہ دونوں منصب نبوت پر فائز تھے، اور ان کے اندر وہ پختہ یقین تھا، جو آج بھی کروڑوں انسانوں کے ایمان و یقین کا باعث ہے، ان دونوں پیغمبران برحق کا یقین، اللہ کی قدرت پر اعتماد، اس کی رحمت و رافت پر بھروسہ اس درجہ کا تھا، جس کو بڑے سے بڑا فلسفی، حکیم وقت، ذہانت و فطانت کے پتلے چھو نہیں سکتے تھے، بلاشبہ یہ اللہ کی دین ہے جسے وہ چاہتا ہے، مرحمت فرماتا ہے۔

بقیہ آخری تین وصیتیں

آخر تینوں نے آپس کے مشورہ سے دعا کا سہارا لیا اور باری باری اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے جو انھوں نے زندگی میں کیے تھے دعا شروع کی اور چٹان کھسکنی شروع ہوئی، آخر میں تیسرے آدمی نے اپنے نیک عمل کا تذکرہ یوں کیا، اے اللہ میں نے کچھ مزدور بلائے انھوں نے کام کیا میں نے ان کو اجرت دے دی ایک مزدور بغیر اجرت لیے کہیں چلا گیا، میں نے اس کی مزدوری کو تجارت میں لگا دیا تجارت میں بڑی برکت ہوئی اور ہر قسم کے مال کی فراوانی ہو گئی ایک عرصہ کے بعد وہ اپنی مزدوری لینے آیا اور مجھ سے اس نے کہا اے اللہ کے بندے میری اجرت مجھے دے دے، میں نے کہا جو مال تم کو نظر آ رہا ہے غلام اور جانور وغیرہ یہ سب تمہارا ہی ہے یہ سن کر اس نے وہ ساری چیزیں اپنے ہمراہ لیں اور چل دیا، میرے پاس اس نے کچھ نہ چھوڑا، اے اللہ اگر میں نے یہ تیری رضا کے لیے کیا ہو تو جس مصیبت میں ہم ہیں اس سے ہم کو نجات عطا فرما، اس کے بعد وہ چٹان ہٹ گئی اور وہ لوگ صحیح سلامت نکل آئے۔

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مزدور کی رعایت، اس کی ترقی کی فکر، معاشی استحکام کے اسباب کی فراہمی کتنے اجر و ثواب کا باعث اور کتنے مصائب و آلام سے نجات کا سبب بن سکتا ہے، بس یہ ہے کہ آدمی اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے کام کرے، اس کے برعکس اس مزدور پیشہ، ملازمت پیشہ طبقہ اور معمولی کام کرنے والوں سے غلط فائدہ اٹھانا، ان کو اپنی ترقی کا زینہ سمجھنا اور ان کے گاڑھے پسینہ، مہارت فن اور محنت و مشقت کو اپنی دولت ستانی کا ذریعہ اور اپنے تعیش کا وسیلہ بنا کر ان کے لیے سارے راستے بند کر دینا تاکہ وہ ہمیشہ دست نگر اور محتاج بنے رہیں، ان کے لیے دونوں جہاں کی بے برکتی اور مصائب و آلام کا پیش خیمہ ہے جس میں مبتلا ہو کر وہ ذہنی الجھنوں میں گرفتار اور دوسری پریشانیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

یہ ہیں وہ چند بنیادی اور اساسی امور جن سے ایک بہتر اسلامی ماحول تشکیل پاتا ہے اور ایک صحیح اسلامی معاشرہ کی تعمیر ہوتی ہے ان کو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین وصیتیں کہہ لیجیے یا نصیحتیں، کیونکہ آپ نے تین بنیادی امور عقائد و عبادات اور معاملات کی تین اساسی و اصولی چیزیں ذکر کر دیں اس لیے عقائد میں جو شخص قبر پرستی اور غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنے سے اپنے آپ کو بچا لے اس کے لیے توحید کی شاہراہ ہموار ہو جائیگی اور دوسرے مشرکانہ معاملات سے بآسانی بچ سکے گا لیکن جو قبر پرستی کا شکار ہوا تو غیروں کے بارے میں حاجت روائی، مشکل کشائی، نجات دہندگی اور نہ جانے کیا کیا تصورات اور اعتقادات اس کے ذہن و دماغ کی سلوٹوں میں بیٹھ جائیں گے، ایسے شخص کی ہلاکت و بربادی میں کوئی کلام نہیں، قرآن کریم اور کلام رسول اس پر شاہد عدل ہیں۔

اسی طرح عبادات میں جو شخص نماز جیسی عظیم الشان عبادت میں کوتاہی کرنے والا ہو گا تو جیسا کہ اتالیق امت حضرت امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو نماز کا ضائع کرنے والا ہو گا تو وہ دوسری چیزوں کا بدرجہ اولیٰ ضائع کرنے والا ہو گا، اب جو نماز کو نماز کی طرح ادا کرے گا اور اس کا اہتمام کرے گا وہ کیسے دوسری عبادات میں کوتاہی کر سکتا ہے، اور کیسے دوسرے امور میں لاقانونیت برت سکتا ہے۔

معاملات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں اور دست نگروں کے حقوق کی اہمیت بیان فرمائی کیونکہ جو شخص اپنے ماتحتوں، غلاموں اور بے کس و مجبور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے گا وہ کیسے پڑوسیوں، ہمسایوں، عزیز و اقارب اور والدین وغیرہ کے حقوق میں کوتاہی کر سکتا ہے، بلکہ اس کے دل میں کمزور طبقہ سے ہمدردی و الفت ایسی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ان کے دکھ کو اپنا دکھ اور ان کے سکھ کو اپنا سکھ تصور کرنے لگتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کی اس کیفیت کی وجہ سے برکتوں اور نعمتوں سے نوازتے ہیں اور اس کے سامنے ہر وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات تازہ رہتے ہیں کہ جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس کو فقر و فاقہ کے لیے تیار رہنا چاہیے، مجھے ضعفاء میں تلاش کرو، اے اللہ مجھے مسکین رکھ اسی حالت میں موت دے اور مسکین ہی اٹھا۔ آمین یارب العالمین۔

گذارش

خط و کتابت نیز منی آرڈر کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ دینا نہ بھولیں خریداری نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں کم سے کم جس نام سے آپ کا رسالہ جاری ہے اس کی وضاحت ضرور فرمائیں۔ (ادارہ)

راستے بند ہیں سب، کوچۂ قاتل کے سوا

ع ـــ ع ـــ ن

آج ریلی کا دن ہے، گاؤں گاؤں سے آئے ہوئے بھانت بھانت کے لوگ سڑکوں پر دکھائی دے رہے ہیں گلیوں اور پارکوں میں گھوم رہے ہیں شہر سے اسٹیشن جانے کا سیدھا راستہ بند ہے، اسٹیشن سے شہر کے اندر اپنی رہائش گاہ تک آنا چاہتے ہیں تو ادھر سے نہیں ادھر سے نکلیے اور فلاں روڈ کے درمیان سے جو تنگ راستہ جاتا ہے اس کے دو فرلانگ آگے فلاں روڈ پر نکلیے پھر اپنے گھر کی طرف کا رخ کیجیے، مریض، زخمی اچانک مرض کا شکار اسپتال جانا چاہتا ہے، مگر کوئی سواری نہیں ملتی اور نہ راستہ صاف ہے بچے اسکول میں رکے ہوئے ہیں واپسی کے لیے گاڑی نہیں جا سکتی، ٹرینیں سب لیٹ آ رہی ہیں کیونکہ آج ریلوں پر ریلی والوں کا قبضہ ہے۔

کل دوسری پارٹی اپنی طاقت کا اسی طرح مظاہرہ کرے گی، کیا تعجب ہے یہی لوگ جو آج ہری ٹوپی یا ہرے بٹے لگائے دکھائی دے رہے ہیں کل لال پیلے اودے کسی اور رنگ کی ٹوپی پہن لیں، دوسرا جھنڈا ہاتھ میں اٹھا لیں، یہ کام بڑے پیمانے پر بڑے لوگ بھی کرتے ہیں، اور آئے دن کرتے ہیں تو پھر ان غریب ناخواندہ دیہاتیوں اور کسانوں پر چشمک کی کیا وجہ ہے؟ یہ بے چارے لاریوں کی سواری پر لکھنؤ یا دلی کی یک روزہ ضیافت پر خوش ہو جاتے ہیں اور اپنی ٹوپی بدل لیتے ہیں، بڑے لوگ اپنی حیثیت کے مطابق اپنی قیمت لگاتے ہیں، ٹوپیوں کا رنگ دونوں بدلتے ہیں۔

چند دنوں بعد الکشن کا معرکہ گرم ہو گا نہ جانے کتنے ایسے بدنصیب جوان اور جوشیلے کارکن ہوں گے جن کے جسم کا گرم خون بہے گا اور ان کی ٹھنڈی لاشیں سڑکوں پر پڑی ہوں گی، اور وہ الکشن ہی کیا جس میں یتیموں اور بیواؤں کی تعداد نہ بڑھے ان میں کتنے کڑیل جوان ہوں گے جو اپنے ماں باپ کے بڑھاپے کا سہارا ہوں گے، جوش کھونے والے کارندے اگر بہت قسمت کے دھنی رہے تو ان کے لپسماندگان کو ممکن ہے نوٹوں کی گڈیاں تھما دی جائیں اور اگر ہاری ہوئی فوج کے سپاہی ہوئے تو اس کی بھی توقع نہیں۔

الکشن کے نتائج آئیں گے، کوئی حکومت بنے گی، اسی طبقہ کا کوئی فرد اونچی کرسی پر بیٹھے گا جو پہلے بھی کوٹھیوں میں رہتا، حفاظتی دستوں کے ساتھ چلتا اور اپنے سیاسی مصاحبوں کے ساتھ داد عیش دیتا رہتا ہے، دولت، وجاہت، طاقت کی پہلے بھی اس کے یہاں کمی نہ تھی اب مختار کل بن کر بیٹھے گا، فوج پولیس تو اس کے ہاتھ میں ہو گی ہی، عدلیہ بھی اس کے تیور دیکھ کر قدم سنبھال کر قلم اٹھائے گا۔

ٹھیلہ کھینچنے والے مزدور، خانچہ فروش، سڑکوں کے کنارے بیٹھے سبزی بیچنے والے شہروں میں، غریب کسان مزدور دیہاتوں میں، اپنے اپنے حال میں مست رہیں گے، جن کے ووٹوں سے حکومت بنے گی وہی سب سے زیادہ تباہ حال رہیں گے، دفتر کے بابو صاحبان اپنی سفید پوشی نباہنے کے لیے حسب حیثیت رشوت کی مقدار بڑھائیں گے، بے روزگاری سے جرائم میں اضافہ ہوتا رہے گا مفلوک الحال بے فکرے اور بے روزگار چائے خانوں میں بیٹھے اردو ہندی اخبارات پڑھیں گے اور تبصرے کرتے رہیں گے، تعلیم کا معیار گرتا رہے گا، علاج کی دشواریوں میں اضافے ہوتے رہیں گے، اور اصلی راج کس کا ہو گا یہ ملت کے دردمندوں سے پوچھیے۔

جن میں ایک مادھو لیما صاحب بھی ہیں جن کا مختصر سا مضمون "نقطۂ نظر" کے کالم میں ٹائمس آف انڈیا (۲۱ر ستمبر ۱۹۹۳ء) میں شائع ہوا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"کانگریس، بی، جے، پی، جنتا دل اور دوسری سیاسی تنظیموں کے رہنماؤں سے جب بھی میری ملاقات ہوئی میں نے ان کو دلائل کے زور پر مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ موجودہ الکشن کا طریقہ ملک کو تباہ کرنے والا ہے سیاسی پارٹیاں جرائم کی پرورش کا ذریعہ بن گئی ہیں، اس خطرناک صورت حال کو ختم کرنے کا ایک راستہ ہے، رائے دہندگی کے موجودہ طریقے کو بدلا جائے اور صوبوں کی خود مختاری کے بجائے مرکز کو صحیح افراد نامزد کرنے اور ان کو صحیح کام پر لگانے کی کوشش کی جائے، اور الکشنوں کو غنڈہ گردی کے عناصر سے پاک کیا جائے، میں نے بہت سے لیڈروں سے گفت و شنید کی مگر کسی نے میری نہیں سنی شانوں کو کان کی لو کی طرف اچکاتے ہوئے تحقیر کے انداز میں میری اپیل کو سبھوں ہی نے ٹھکرایا، ان کا کہنا ہے کہ جب ہمارا فریق مخالف بدکردار اور مکار ہے تو ہم پرہیزگاری کی راہ چل کر اس کو اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتے، فریق مخالف جو چال چلے گا وہی ہمیں بھی چلنا ہو گا ورنہ سیاست میں ہماری گاڑی ٹھپ ہو جائے گی، ہم علمی لوگ ہیں آپ کی طرح نظریہ اور اصول کا اپنے کو پابند کریں تو ہمیشہ کے لیے حکمرانی سے محروم ہو جائیں گے، میں ان سے کہتا ہوں کہ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر اس کے لیے تیار رہیے کہ اب ملک کی باگ ڈور غنڈوں کے ہاتھ میں آ جائے گی، وقت تیزی سے گزر رہا ہے، ملک کا ہر صوبہ یکے بعد دیگرے ایسے سیاست دانوں کی جھولیوں میں گر رہا ہے جن کے نزدیک اصول یا نظریہ بے معنی الفاظ ہیں، وہ لوگ حکومت پر قابض ہو رہے ہیں جو نہ ملک کے خیر خواہ ہیں اور نہ اپنی قوم کے وفادار، ان کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ حکومت پر قبضہ کر کے تھوڑے وقت میں زیادہ سے زیادہ دولت سمیٹ لیں، پولیس کا محکمہ ان کا کارندہ بن جائے، عدالتیں ان کے چشم و ابرو کے اشارے پر چلیں۔

غرض اصلاح حال کی طرف سے مایوسی ہی مایوسی ہے۔

راستے بند ہیں سب، کوچۂ قاتل کے سوا

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س:۔ کسی غیر مسلم کا ہدیہ قبول کر سکتے ہیں۔؟

ج:۔ غیر مسلم کا ہدیہ قبول کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ حرام اور ناپاک چیز نہ ہو۔

س:۔ لباس کے سلسلے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

ج:۔ لباس کے بارے میں شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ وہ لباس جو ساتر ہو اتنا باریک نہ ہو جس میں اندر کا حصہ نظر آئے۔ اور ڈھیلا ڈھالا ہو۔ اتنا چست نہ ہو کہ اعضا کی ساخت ظاہر ہو۔ کسی دوسری قوم کا شعار نہ ہو۔ اس کا استعمال کرنا درست ہے۔

س:۔ کیا برش کا استعمال دانت کی صفائی کے لیے جائز ہے۔ جبکہ سننے میں آتا ہے کہ اس میں سور کے بال ہوتے ہیں۔

ج:۔ چونکہ یہ صرف ظنی بات ہے کہ برش میں سور کے بال استعمال کیے جاتے ہیں اور ظن غالب یہ ہے کہ واقعہ ایسا نہیں ہے۔ اس لیے استعمال کر سکتے ہیں۔

س:۔ اگر ایک مثل کے مابعد نماز عصر پڑھی گئی تو احناف کے نزدیک درست ہوئی یا نہیں؟

ج: بصورت مسئولہ میں مفتیٰ بہ قول کے مطابق عصر کی نماز کا وقت ایک مثل پر نہیں آتا بلکہ دو مثل سے شروع ہوتا ہے لہٰذا دو مثل کے بعد ہی عصر کی نماز ادا کی جائے لیکن صاحبین اور جمہور کے نزدیک چونکہ ایک مثل سے عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے لہٰذا اگر کسی شدید عذر کی وجہ سے نماز عصر ایک مثل پر پڑھ لی ہے تو امید ہے امید ہے کہ ادا ہو جائے گی۔

س:۔ کیا وہ لباس جو حرام مال سے بنایا گیا ہو، اس کو پہن کر نماز پڑھنا درست ہے؟

ج:۔ ہاں! حرام مال سے بنائے ہوئے لباس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز قبول نہیں کرتا اور نہ روزہ جس نے چادر یا کرتہ حرام مال کا پہن رکھا ہو جب تک اسے ہٹا نہ دے۔

س: فجر، ظہر اور جمعہ کی سنت مؤکدہ کا امام کو پڑھنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر سنت مؤکدہ ادا کیے بغیر فرض نماز کی امامت کرتا ہے تو اس کا یہ عمل کیسا ہے؟

ج: سنت مؤکدہ پڑھ کر امامت کرنا چاہیے کبھی کبھار بغیر پڑھے امامت کرے تو گنجائش ہے مسلسل ترک کرنا درست نہیں ہے۔

باقی صـ ۱۱ پر

المناک ..... اور باعث عبرت

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صدر شعبۂ ادب عربی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

صوبہ مہاراشٹر کے جنوب مشرقی اضلاع لاتور اور عثمان آباد کے ضلعوں میں ایک زبردست زلزلہ سے جو تباہی آئی ہے وہ بہت رنج کا باعث ہونے کے ساتھ ساتھ باعث فکر و عبرت بھی ہے ایسا زلزلہ کبھی کبھی اور کم آتا ہے، اور خاص طور پر یہ علاقہ جہاں زلزلہ آیا ہے وہ عام طور پر زلزلہ کا علاقہ نہیں سمجھا جاتا تھا، زلزلہ کی نوعیت بھی بڑی خوفناک تھی، رات کو سوتے میں دسیوں ہزار آدمی موت کے شکار ہوگئے اور ہر طرف تباہی کا ایک ہولناک منظر تھا جو ایک طرف غم و صدمہ کا باعث ہے، دوسری طرف بڑی عبرت و موعظت کا سامان بھی ہے۔ ایسے قدرتی حوادث کو دینی واخلاقی نقطۂ نظر سے بھی دیکھنا چاہیے، دنیا میں جو بھی قدرتی آفات و حوادث پیش آتے ہیں اتفاقی بات کہہ کر گزر نہ جانا چاہیے، اللہ تعالیٰ کے اس کارخانۂ عالم میں اتفاق نہیں ہوتا بلکہ ایک نظام ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ اپنے بندوں کو متوجہ کیا ہے اور ڈرایا ہے کہ اس کے مقرر کردہ نظام کو توڑنے پر وہ اس دنیا میں بھی سزا دے سکتا ہے اس کے حکموں اور اس کے شعائر کو مذاق بنانے کو تو وہ بہت زیادہ لائق سزا قرار دیتا ہے، چنانچہ گزشتہ انبیاء علیہ السلام کی قوموں کے تذکرے میں اس کی مثالیں ہیں۔

کم از کم مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ ایسے واقعات کو خدا کی رضا اور ناراضگی کے آئینہ میں دیکھنے کی کوشش کریں، اور دیکھتے رہیں کہ ان کا عمل سو رنگ کی کسی ناراضگی کا باعث نہ بنے۔

مسلمانوں کے علاوہ اردگرد کے لوگوں اور قوموں کی طرف سے خدائے رب العزت کے بنائے ہوئے نظام کو توڑنے اس کے شعائر کے ساتھ اہانت کرنے اور مذاق کرنے کی جو حرکت ہوتی ہے تو وہ بھی ان مسلمانوں کے لیے جو ان کے درمیان رہتے ہیں پریشانی کا باعث بن سکتی ہے، پڑوس میں ہونے کے باعث مسلمان بھی عذاب الٰہی آنے پر اس عذاب کا کسی نہ کسی حد تک شکار ہو سکتے ہیں، اس لیے مسلمانوں پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خود بھی احتیاط کریں اور اپنے غیر مسلم ساتھیوں اور اپنے منحرف مسلم بھائیوں کو بھی ان خطرات سے آگاہ کریں، سال ڈیڑھ سال سے ہندوستان میں اللہ تعالیٰ کے احکام و شعائر کے معاملہ میں جو چیرہ دستی ہو رہی ہے، اور سیاسی اغراض رکھنے والے وہ زعما جو اپنے سیاسی اغراض کی تکمیل کے لیے مظلوم انسانوں اور مذہبی مقدسات کے ساتھ جو کھیل کرتے رہے ہیں وہ نہ صرف اپنے ساتھ زیادتی کرتے ہیں بلکہ اپنی قوم کو بھی تباہی میں ڈالتے ہیں، مذہب کی جھوٹی حمایت میں بے گناہ انسانوں کا خون بہانا اور ان کے خلاف عداوت ونفرت کے پہاڑ کھڑے کر دینا، پھر بھولی بھالی عبادت گاہیں جو بے چاری خود اپنا دفاع نہیں کر سکتیں ان کو نہایت غرور وتکبر کے ساتھ ڈھا دینا، پھر مذہب ہی کے نام پر جگہ جگہ نفرت و تباہی کا بازار گرم کر دینا بہت ڈرنے کی باتیں ہیں۔ رب العزت ذوالجلال جس نے نہ صرف عالم بنایا بلکہ وہ اس کے نظام کو چلا بھی رہا ہے، اور اپنے بنائے ہوئے نظام کو توڑنا اور احکام کا مذاق اڑانا بالکل پسند نہیں کرتا، آندھی، طوفان و سیلاب و زلزلے سب اس کے حکم سے آتے ہیں، اس سے یہ اطمینان رکھنا کہ کچھ بھی کر ڈالو وہ ناراض نہ ہوگا اور کوئی پکڑ نہ کرے گا، بڑی ناسمجھی کی بات ہے، ہمارے ملک کے تمام رہنماؤں کو اس پہلو سے بھی معاملات کو دیکھنا چاہیے، مسلمان ہوں یا غیر مسلم سب کو قدرتی آفات کے اس پہلو پر ضرور غور کرنا چاہیے، اور ہر ایک کو اپنے اعمال کا جائزہ بھی لیتے رہنا چاہیے۔

حالیہ زلزلہ کے سلسلہ میں کئی ذرائع سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ مسجد کو ڈھانے کے لیے کارسیوک کی بڑی تعداد اسی علاقہ سے لائی گئی تھی جو اس وقت زلزلے کا اصل شکار بنا ہے، اگر بات یہی ہے تو اس کو ایک اتفاق کہہ کر نظر انداز کر دینا صحیح نہ ہوگا، بہر حال ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور ہماری جو برائیاں ہوں ان سے توبہ کرنا چاہیے تاکہ ہم اپنے پروردگار کی ناراضی اور سزا

←

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● دوبئی کے اخبار گلف نیوز نے اسرائیل اور پی ایل او کے معاہدہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب تک امریکہ اور اسرائیل آزاد خود مختار فلسطین کی ضمانت نہیں دیں گے تب تک کوئی بھی معاہدہ فلسطینیوں کے لیے قابل قبول اور پائیدار نہ ہوگا۔

● یونیسف کی ایک رپورٹ کے مطابق مغربی ممالک ہر سال شراب اور سگریٹ پر جتنی رقم خرچ کرتے ہیں اس سے کم رقم بچوں کی نشوونما، غذا، صحت، بیماری اور ناخواندگی کو ختم کرنے کے لیے دنیا کو درکار ہے، اس سلسلہ میں ہر سال تقریباً ۲۵ ارب ڈالر کی ضرورت دنیا کو ہے جبکہ ۵۰ ارب ڈالر ہر سال سگریٹ نوشی اور شراب پر خرچ ہو جاتے ہیں اور صرف امریکہ میں ۳۱ ارب ڈالر شراب میں ضائع ہو جاتے ہیں۔

● خادم الحرمین شریفین شاہ فہد بن عبد العزیز نے مملکت سعودیہ عربیہ کے ۱۳ صوبوں کے لیے ۲۱۰ رکنی کونسل کے ممبروں کا اعلان کر دیا ہے اس کی مدت ۴ سال تک رہے گی، کونسل کے ممبروں میں علماء، دانشور، صحافی، تاجر، فوج کے ریٹائرڈ افسران اور اعلیٰ معزز شخصیات کو شامل کیا گیا ہے، وزیر داخلہ شہزادہ نائف ابن عبد العزیز نے کہا ہے کہ ان باصلاحیت افراد کی حکومت میں شمولیت کے بعد مملکت عربیہ کو مزید ترقی اور پھلنے پھولنے کے مواقع میسر آئیں گے۔

● امریکہ کے سابق صدر جمی کارٹر نے سوڈان کو دہشت پسند ملکوں کی فہرست میں شامل کرنے کی حکومت امریکہ کے فیصلے پر سخت تنقید کی ہے۔ اور کہا ہے کہ سوڈان

↑

پر دہشت پسندی کا الزام بے ثبوت اور بے بنیاد ہے، انھوں نے کہا کہ میرے دور صدارت میں بھی سوڈان کو دہشت پسند ملک قرار دینے کی کوشش کی گئی تھی مگر ثبوت طلب کرنے پر بے بنیاد نکلے۔

● افریقہ کی انسانی حقوق سے متعلق تنظیم نے صومالیہ میں اقوام متحدہ کی فوج پر الزام لگایا ہے کہ وہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کر رہی ہے اور شہریوں کو بلاوجہ پریشان کر کے ان کا جانی و مالی نقصان کر رہی ہے۔

● الجزائر حکومت نے اسلام پسندوں کے بڑھتے ہوئے اثرات کو دبانے کے لیے ایک سرکاری سرکلر کے ذریعے سرکاری اور پرائیویٹ کمپنیوں میں اسلامی لباس (لمبی سفید قمیص) پہننے اور عورتوں کو نقاب اوڑھنے۔ سے منع کر دیا گیا ہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں سخت سزا یا ملازمت سے سبکدوش کرنے کی دھمکی دی گئی ہے۔

● جاپان کے سرکاری ذرائع نے کہا ہے کہ جاپان پہلے دس فلسطینیوں کی کھیپ کو جاپانی وزارتوں میں ایڈمنسٹریٹیو کی تربیت کے لیے ذمہ داری لی ہے۔

● ایران کے آیت اللہ خامنہ ای نے غیر ملکوں میں تعینات ایرانی سفیروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ دنیا کے تمام ملکوں کو یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ امریکہ کے تعاون کے بغیر ہمارا ملک ترقی کر رہا ہے اور گذشتہ پندرہ سال سے ہم امریکہ کے بغیر آزادانہ پالیسی مرتب کر رہے ہیں۔

● جرمنی کے شہر بون میں عربی زبان کے اساتذہ و طلبہ کی ایک کانفرنس میں ہیمبرگ یونیورسٹی کے شعبۂ علوم شرقیہ کے استاذ ڈاکٹر روڈین نے تقریر کرتے ہوئے مستشرقین اور مغرب کے صحافیوں پر تنقید کی اور کہا کہ اسلام کے سلسلے میں ان کا مطالعہ ناقص ہے جس کی وجہ سے وہ اس کے متعلق بے شمار شکوک و شبہات کا شکار ہوتے ہیں۔

↖

کے مستحق نہ بنیں، کیونکہ خدا تعالیٰ کی ناراضی کی صورت میں کوئی بچانے والا نہیں اور خدا تعالیٰ کی پکڑ بڑی سخت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ناراضی اور پکڑ سے محفوظ رکھے، مسلمانوں کو تو اس سلسلہ میں بالکل غفلت نہ برتنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی ناراضی سے بھی اپنے کو بچانا چاہیے۔

اسلام سے عداوت سامراج کا ورثہ ہے

تحریر: مولانا واضح رشید الندوی — ترجمہ: اشرف فردوسی علیا اولیٰ ادب

برطانیہ اخیر زمانہ میں سب سے بڑا سامراجی ملک تھا جس نے دنیا کے بڑے حصہ کو اپنے آہنی شکنجہ میں دبا رکھا تھا جو عالم اسلام پر مشتمل تھا، مسلمانوں سے اقتدار چھیننے کی وجہ سے وہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں میں سرفہرست تھا۔ اس کی اسلام اور مسلم دشمنی بالکل علانیہ اور کھلی ہوئی تھی جس میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، برطانوی حکام خود اسلام اور مسلم دشمنی کا برملا اظہار کر رہے تھے، تاریخ میں برطانوی لیڈروں، نیز عالم اسلام کے مختلف حصوں میں سیاسی، تعلیمی اور تربیتی ذمہ داروں کے بیانات محفوظ ہیں۔ برطانی حکمرانوں کو قرآن سنت نبوی اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے خصوصی دشمنی اور عداوت تھی۔ انھوں نے اپنی ساری توانائیوں اور توجہات کو صرف اس بات پر مرکوز رکھا تھا کہ عرب قوم اور ان کی حامی اقوام کو ایسے فکری اور سیاسی مسائل میں مبتلا کر دیں کہ وہ دعوت اسلامی اور اتحاد و اتفاق کی طرف متوجہ نہ ہو سکیں۔ ان کے درمیان تنازعات کی خلیج کو وسیع کرنے کی غرض سے برطانیہ نے ایسے مراکز، ادارے اور دانش گاہیں قائم کیں جو مسلمان نوجوانوں اور تعلیم یافتہ افراد کے ذہنوں میں شکوک و شبہات کو پیدا کریں۔ اور انھیں اسلام اور اس کی تعلیمات سے متنفر ہونے اور ذہنوں میں انحراف اور اسلامی تعلیمات سے بے تعلقی پیدا کریں۔ برطانوی حکام کے ذہنوں میں آج بھی اسلام کے بارے میں دشمنانہ نظریہ موجود ہے۔ اور وہ قدیم پالیسی پر قائم ہیں، برطانوی ذرائع ابلاغ معصوم ذہنوں، صالح قیادتوں کا چہرہ مسخ کرنے اور اسلام دشمن ذہن و فکر کو ہوا دینے کے لئے مسلسل کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اور مخلص علماء و قائدین، اور اصحاب فکر کی شخصیت بگاڑنے میں حصہ لیتے ہیں جو سماج و معاشرہ کی تعمیر و تشکیل میں جد وجہد کرتے ہیں، اور اس کے بالمقابل ان تخریب کاروں اور فاسد نظریات کے حامل اصحاب قلم کو سراہتے اور انعامات اور اعزاز سے نوازتے ہیں جو ان کے مقاصد کی تکمیل میں مشغول ہیں تاکہ انھیں معاشرہ میں ایک اونچا مقام اور قابل اعتماد مرتبہ دیا جا سکے، اور انھیں وسائل کے ذریعہ ان لوگوں کا شکار کرتے ہیں جن کے دل بیمار، کمزور اور جاہ وحشم کے طالب و دلدادہ ہیں۔ اور شکوک و شبہات کو ہوا دیتے اور عالم اسلام کے مسائل کو الجھاتے ہیں۔

وہ خط جو برطانوی وزیر اعظم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جسے عرب کے بیشتر اخبارات و رسائل نے بوسنیا کے متعلق برطانوی پالیسی کے سلسلے میں شائع کیا ہے وہ واضح دلیل ہے کہ برطانیہ اپنی قدیم سیاست پر گامزن ہے اور یہ کہ وہ صلیبی اور سامراجی ذہن کا پروردہ ہے، اسی برطانیہ نے سرزمین عرب پر اسرائیلی حکومت کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اور اسی نے ترکی پر اسلام سے دستبردار ہونے اور نظریۂ خلافت کو ترک کرنے کے لئے دباؤ ڈالا تھا۔ انھیں استعماریت پسندوں نے اسلام کے خلاف ریسرچ کے ادارے قائم کئے تاکہ ایسا لٹریچر تیار ہو جو اسلام کے خلاف ذہن بنائے۔ اس کام میں ایسے لوگوں نے بھی حصہ لیا جو علمی انداز پر تحقیق و ریسرچ کے دعویدار تھے۔ اور ان کو مشرقی علوم والسنہ میں عبور حاصل ہونے کا زعم تھا، ان کی تحقیقات کو جو ان کے ذہنی رجحانات سے خالی نہ تھیں، ریسرچ اور تحقیق کے لئے مراجع کی حیثیت دی گئی۔ جس کے نتیجہ میں تعلیم یافتہ لوگوں کے ذہنوں میں اسلام کی تصویر مسخ ہو گئی۔ یہی لٹریچر جو یورپ کے مختلف ملکوں میں تیار ہوا، موجودہ زمانہ میں تعلیم و تربیت اور افکار و نظریات کو ڈھالنے، اسلامی ثقافت و تمدن اور اسلامی تعلیمات کے متعلق موقف اختیار کرنے کے لئے بنیادی مرجع کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایسی صورت میں جو شخص اس لٹریچر کے زیر سایہ پروان چڑھتا ہے وہ اسلام کی تنقید و تنقیص کے سلسلے میں ادب و تقدس کے تمام حدود و قیود کو نظر انداز کر دیتا ہے اور گھٹیا انداز اسلوب اختیار کرنے میں اسے تکلف نہیں ہوتا جس کی ایک مثال سلمان رشدی کی کتاب ہے، جسے ہر وہ شخص ناپسند کرتا ہے جو فکر سلیم کا مالک ہوتا ہے، ایسے لوگ موضوعیت، حقیقت پسندی اور علمی امانت و دیانت کے دائرہ سے باہر نکل آتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے طرز استدلال اور مواد کو جمع کرنے میں تناقض پایا جاتا ہے، جو اسلام کے بالمقابل حرف انھیں کی فکروں کے مطابق ہوتے ہیں۔

اس طرح کی گمراہ کن تحریریں ایسے ہی دانشوروں کے قلم سے نکلتی ہیں، جو اس سامراجی عہد کے تیار کئے ہوئے لٹریچر کو تحقیق کی بنیاد قرار دیتے ہیں، اسی کے ساتھ ساتھ مغربی نیوز ایجنسیاں خصوصاً برطانی ذرائع ابلاغ ان افکار و نظریات اور مقالات کو نشر کرتے ہیں، اور لوگوں کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ یہ تحریریں استدلالی انداز اور واقعاتی تحلیل و تجزیہ کی خصوصیات سے متصف ہیں۔

اسلامی اہل قلم جب اپنے محدود وسائل کے ذریعہ ان فاسد نظریات کی تردید کے لئے میدان میں آتے ہیں، جو سامراج کی وراثت ہیں اور جنھیں یہودیوں اور صلیبیوں نے ذہنوں میں اتارا ہے۔ تو یہ ابھی ایک مسئلہ سے فارغ نہیں ہو پاتے کہ دوسرے نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ابھی ایک مسئلہ کے حل سے نجات بھی نہیں پاتے کہ وہ دوسرے مسئلے کے حل پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ مغربی ذرائع ابلاغ وقتاً فوقتاً ایسے مسائل اٹھاتے رہتے ہیں جو مسلمانوں کی تصویر بگاڑیں، اس ضمن میں بی بی سی لندن سرفہرست ہے جس کی زبان ہر اس مسئلے کے بارے میں دراز اور دل تنگ ہے جس کا تھوڑا سا بھی تعلق اسلام اور مسلمانوں سے ہو۔ ان ذرائع ابلاغ کی رسائی ہر گھر تک ہے اور خاص طور پر نئے عالمی ذرائع ابلاغ نے سارے حدود ختم کر دئے ہیں۔ یہ صورت حال ان تمام ملکوں میں جاری ہے جہاں تعلیمی اور تربیتی نظام استعماری نہج پر قائم ہے اور جہاں کے تعلیمی اور تربیتی امور کا نظام ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جن کے ذہن و فکر استعماری فکروں سے مسموم اور زہر آلود ہو چکے ہیں۔ امریکی، برطانوی اور فرانسیسی حکومتوں نے اب ان تمام ملکوں میں اسلام کے خلاف متضاد اور مخالف علمی فضا پیدا کر دی ہے جو سیاسی لحاظ سے ان کے زیر اثر ہیں، اور یہی وہ مخالف علمی فضا ہے جو اسلام دشمن عقلوں کو پروان چڑھاتی ہے، اور یہی اطلاق و تعلیم اسلام مخالف فضا علماء و محققین اور تعلیم یافتہ طبقوں کے لئے اسلامی دعوت و ارشاد اور اسلامی نظام حکومت کے نفاذ و تطبیق کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، اس لئے کہ جن کے ہاتھوں میں حکومت کا نظام ہے وہ تمام کے تمام اسلامی ملکوں میں بھی انھیں گمراہ لوگوں کی تحریروں پر بھروسہ کرتے ہیں اور اس طرح علماء اور داعیوں کے سلسلے میں ان کے ذہن میں شکوک وشبہات قائم رہتے ہیں اور ان علماء و مبلغین کی دعوتی کوششوں میں رکاوٹ ڈالتے ہیں، اور ان کو اور ان کی سرگرمیوں کو اسلامی نظام و ثقافت کے لئے خطرہ سمجھنے لگتے ہیں۔

دنیا کے وسیع و عریض خطوں اور گوشوں میں پائی جانے والی اسلام کی عداوت دراصل انھیں فرسودہ تصورات کی پیداوار ہے جس کو مغربی ذرائع ابلاغ، نظام تعلیم اور مغرب زدہ اصحاب قلم پھیلاتے ہیں۔ اور یہ عداوت اس وقت تک قائم رہے گی جب تک سامراجیوں کی یہ پیدا کردہ علمی فضا باقی رہے گی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ادباء و مفکرین انسانیت کے دشمن اور زمین کے فسادی ہیں۔ اور یہ اس بات کے مستحق ہیں کہ علمی میدان میں ان کے خلاف علمی انداز کی جد وجہد کی جائے۔ اور ان کی کھوکھلی بنیادوں اور مسموم ذہنوں کا پول کھولا جائے۔ اب مسلمانوں کے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ وہ عصری نہج پر ایک موزوں اسلامی مکتبۂ فکر قائم کریں جو سامراجی مکتب فکر کی جگہ لے سکے، اس کے بغیر عالم اسلام کے موجودہ حالات میں کسی طرح کی تبدیلی مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

اسلامی ثقافت

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صدر شعبہ ادب عربی ندوۃ العلماء لکھنؤ
ترجمہ:۔ محمد فہیم اختر ندوی

(دوسری قسط)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ چھوٹوں پر شفقت کی جائے، بڑوں کا احترام کیا جائے، سلام کا رواج عام کیا جائے، سلام کو باہمی محبت میں فروغ کا سبب بنایا، مسلمانوں کے مابین سلام کا رواج اسلامی ثقافت کا ایک مظہر ہے اس کے امن و حفاظت ملنے کی دعا دیتا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں مساوات اختیار کرنے کا حکم فرماتے تھے، خود جب کسی مجلس میں تشریف لاتے تو مجلس کے آخر میں جہاں پر جگہ ہوتی بیٹھ جاتے، آپ کا فرمان تھا کہ لوگ آپ کے واسطے کھڑے نہ ہوا کریں بخاری شریف میں اس کی حدیث وارد ہوئی ہے، آپ نے فرمایا: تم اس طرح مت کھڑے ہوا کرو جس طرح عجمی کھڑے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہیں، آپ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان ایسی مواخات قائم فرمائی تھی جو رشتہ داری کی مواخات کے مشابہ تھی، ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے لیے رشتہ کا بھائی جیسا قرار دیا، اور فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، گویا آپ نے مسلمانوں کے درمیان مواخات کو ایمان کا دار و مدار قرار دیا۔

ان اخلاقی پہلوؤں سے مسلمانوں کا ثقافتی چہرہ ایک پسندیدہ اور دلکش صورت میں ظاہر ہوتا ہے مساوات، رحمدلی، ترقی، مواخات اور انسانیت نوازی کا جاذب نظر منظر سامنے آتا ہے، مومن کی پوری زندگی حسن و جمال اور سراپا خیر بن جاتی ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی مثال کھجور کے درخت سے دی ہے، جس کا ہر ہر جزء لوگوں کے لیے نفع بخش اور خیر ہوتا ہے۔

سماجی زندگی میں دیکھئے تو اسلامی ثقافت کے مظاہر مختلف جگہوں پر نظر آئیں گے، خانگی زندگی، مدرسہ، مسجد مجالس، بازار، تجارت اور سیاست وغیرہ ان سب میدانوں میں اسلامی تعلیمات بھری ملیں گی، اور یہ میدان نہایت توازن اور اعتدال کے ساتھ آراستہ کیے ہوئے نظر آئیں گے۔

تجارتی میدان میں آیئے، کسی مسلمان کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ دھوکہ یا چالبازی کرے، سامان کی کسی خرابی کو چھپا کر اسے فروخت کر دے، ایک آدمی معاملہ کر رہا ہے تو اس پر معاملہ کرے، یا اپنی تجارت کے ذریعہ دوسروں کا حق مارے، اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ اپنی پوری کوشش اس بات پر صرف کر دے کہ خزانوں اور دولتوں کا انبار اکٹھا ہو جائے اور فقراء و مساکین اور دیگر ضرورت مندوں کا خیال نہ رکھے، اللہ تعالیٰ نے مختلف قوانین و ضوابط کے ذریعہ مالی پہلو کو بالکل توازن بنایا ہے۔

سیاسی میدان میں اتریئے تو اسلام سب سے پہلے یہ حکم دیتا ہے کہ منصب و عہدہ ایسے شخص کو نہیں سونپا جائے گا جو اس کا طالب ہو، اور اس کا مشتاق ہو، البتہ اگر کسی کے پاس اس کی طلب کے بغیر آ جائے تو پھر قبول کرنا درست ہے، لیکن جو شخص عہدہ طلب کر رہا ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں وہ عہدہ کا اہل نہیں ہے، ہاں اگر اسلام اور مسلمانوں کی کوئی واقعی اور اہم ضرورت پیش آ جائے تو طلب کرنے کی گنجائش ہے، رسول کریم علیہ السلام نے عہدہ کو صاحب عہدہ کے پاس امانت قرار دیا، نہ کہ کوئی ایسا وظیفہ اور ذریعہ جس سے مالی منفعت وابستہ ہو، اس بات میں کوئی دو رائے نہیں کہ آج کے اکثر سیاسی فساد اور بگاڑ کا سرچشمہ یہی ہے کہ منصب و عہدہ کی درخواست ایک شخص عوام کے سامنے اس طرح پیش کرتا ہے جیسے وہ کوئی وظیفہ ہو، پھر اس کے حصول کے لیے سارے جتن کر ڈالتا ہے، ہر صحیح اور غلط وسیلہ اختیار کرتا ہے، پھر اعلانات اور پروپیگنڈہ کا موجودہ مروج طریقہ پوری فضا کو آلودہ کر دیتا ہے، نہایت درجہ گھناؤنی تصویریں سامنے آتی ہیں جو سب سے پہلے عوام کے دلوں سے برائی کا احساس کو ہلکا کر دیتی ہیں اور وہ جرائم قابل قبول بن جاتے ہیں، پھر پوری قوم کی ثقافتی روح اس سے متاثر ہوتی ہے، صدق و سچائی، پاکیزگی، مکارم اخلاق اور عزت نفس جیسی صفات دفن ہو جاتی ہیں، اور اسی گوشت پوست کے انسان سے ایک فروخت کنندہ اور ایک خریدار کی شخصیت ابھرتی ہے، بلکہ ایک چالباز اور فریب دہندہ کی تصویر سامنے آتی ہے۔

اس جمہوری نظام ہی کے ہم مثل جابرانہ ڈکٹیٹر شپ نظام بھی ہے، وہ نظام لوگوں کے اندر چاپلوسی، خود غرضی اور شدت و ظلم پیدا کر دیتا ہے، پھر لوگوں کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں، ایک ظالم و جابر اور دوسرا مظلوم و بے بس، ان دونوں قابل صد نفریں طریقوں سے مفر صرف اسی نظام اور طریقہ میں ہے جس کی فکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کی ہے، یعنی مساوات کی فکر، لوگ برابر ہیں جس طرح کنگھی کے دندانے برابر ہوتے ہیں، سب کے سب ایک آدم سے پیدا کیے گئے ہیں، اگر کسی کو برتری حاصل ہے تو صرف اپنے عمل و کردار میں احتیاط اور خوف خدا کی بنیاد پر، اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک بڑے حاکم کو مخاطب کر کے کہنا کہ کب سے تم نے لوگوں کو غلام بنا لیا ہے، ان کی ماؤں نے تو انھیں آزاد جنا تھا، ان غلط سیاسی نظاموں کی اصلاح نہایت ضروری ہے اور وہ اسلام کی صحیح فکر ہی پیش کرنے سے ہو گی۔

علم کے میدان میں آیئے تو اسلام میں حصول علم کی بڑی تاکید ملے گی، جس کی مثال دوسرے مذاہب میں نہیں ملے گی، بلکہ دوسرے انسان کے بنائے نظاموں میں بھی نہیں ملے گی، تعلیم کی اہمیت کو قرآن کی سب سے پہلی وحی میں سراہا گیا، قلم علم کی سب سے بڑی اور بنیادی علامت ہے، اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم کھائی ہے، قرآن کے مختلف مقامات پر انسان کی تعلیم کا تذکرہ ہے، "وعلم آدم الاسماء کلھا" (اور اس نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائے) ظاہر ہے کہ ناموں اور اصطلاحات میں ہی علم کی کنجیاں ہیں نیز فرمایا! "عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ" (اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا) "اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا" (خدا سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں) "اَلَّذِيْنَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ" (اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے (اور کہتے ہیں) اے پروردگار تو نے اس (مخلوق) کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔ تو پاک ہے۔ یہ تفکیر علم کے بند دروازے کھولنے کا بہت ہی وسیع بنیادی طریقہ ہے، رسول کریم علیہ السلام نے صحابہ کرام کو حصول علم کی ترغیب دی، کتابت (لکھنا) سیکھنے کا حکم فرمایا جو حصول علم ہی کا طریقہ ہے۔

ہمیں جس علم کی ضرورت ہے اس کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ قسم جس کا تعلق آخرت سے ہے یہ علم ہمیں بتاتا ہے کہ انسان کا اپنے رب سے کیا تعلق ہونا چاہیے، اس پر آخرت میں کیا نتائج مرتب ہوتے ہیں، اور دنیا میں اس کے کیا تقاضے ہیں، تاکہ انسان آخرت میں اجر کا مستحق بن سکے، یہ علم انبیاء اور رسولوں کے واسطہ سے آتا ہے، ان کے جانشین پھر ان کے پیروکار اس علم کی تشریح کرتے ہیں اور عام کرتے ہیں، سب سے آخری نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، وہ جو علم لے کر آئے اور جو اس سلسلہ میں ہدایات عطا فرمائیں وہ آخری احکام قرار پا گئے، اب اس علم میں نہ کمی کی جا سکتی ہے اور نہ اضافہ، صرف اس کی تشریح و توضیح کا کام جاری رہے گا، کیونکہ وہ کسی انسان کا علم نہیں ہے بلکہ خالق انسان کا علم ہے۔

دوسری قسم علم کی وہ ہے جس کا تعلق اس دنیا اور انسانی زندگی سے ہے، یہ علم انسان کی صلاحیت و فکر کی جولانگاہ ہے، اسی قسم کے سلسلہ میں رسول کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، یہ تمہاری دنیا کے امور سے متعلق ہے، اس میں انسان اپنی فکر اور اپنے تجربوں سے وسعت پیدا کرتا رہتا ہے، نئی نئی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں، نئے نئے آفاق دریافت ہوتے رہتے ہیں، اسی علم کے ذریعہ انسان دنیا کا رخ پھیرتا ہے، نئے رازوں کا انکشاف کرتا ہے، گویا راستہ کھلا ہے اور انسان صاحب اختیار ہے، اس

علم سے جس قدر چاہے اپنے مفاد کی خاطر استفادہ کرے، اس شرط کے ساتھ کہ اسلام اور علم آخرت سے تعارض نہ پیدا ہونے پائے، رسول کریم علیہ السلام نے انسان کو اس سلسلہ میں مختار قرار دیا ہے، فرمایا: تم اپنی دنیا کے امور سے زیادہ واقف ہو، بلکہ اس سلسلہ میں شریعت کے دونوں مصادر قرآن اور حدیث میں محنت و کاوش کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ مسلمانوں نے اپنی قوت و شوکت کے ایام میں اس پر کافی توجہ مبذول کی، اپنی تحقیق و تجربوں سے اس علم کو مالا مال کیا، اس کا دائرہ خوب سے خوب وسیع کیا، یہ قصہ اس وقت کا ہے جب مغرب پر نیند طاری تھی، لیکن بعد کے زمانہ میں مسلمانوں نے سستی دکھائی ان پر بھی نیند طاری ہو گئی، دوسری طرف مغرب بیدار ہو چکا تھا اپنے سابق حاصل کیے ہوئے علم سے خوب فائدہ اٹھا رہا تھا جس میں مسلمانوں کا علم بھی تھا اور دنیا کے علم میں پوری طرح سرگرم ہو چکا تھا، نتیجہ ظاہر تھا، انھیں اپنی کوشش کا پھل ملا، اور مغرب بازی لے گیا، نئے نئے آفاق اس نے دریافت کر لیے، سامان زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا، یہ چیز اسلام سے ٹکرانے والی نہ تھی، بلکہ مسلمانوں کے لیے اس سے گریز مفید بھی نہیں تھا ان کے دین و مذہب نے تو انھیں اس کے اختیار کرنے کا حکم دیا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ" (اور جہاں تک ہو سکے ان کے مقابلے کے) لیے مستعد رہو (فوج کی جمعیت کے زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے) حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ "تم بھی اپنے دشمنوں جیسے اسلحوں سے لیس رہو"، اللہ تعالیٰ نے اس دنیا سے صالح طریقہ پر انتفاع کا حکم بھی دیا ہے، فرمایا ہے: "قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ" (پوچھو تو کہ جو زینت (و آرائش) اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں خدا نے (اپنے) بندوں کے لیے پیدا کی ہیں ان کو حرام کس نے کیا۔

یہ تمام چیزیں ہم سے تقاضا کر رہی ہیں کہ ہم اپنے دنیاوی امور میں اس نئی پیش رفت سے بھرپور فائدہ اٹھائیں، نئی ثقافت کو اس سے آراستہ کریں، خدائے عز و جل نے دنیا کی فائدہ و خوبی کی چیزوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی ہے، شرط صرف یہ ہے کہ اس استفادہ کے لیے جو حدود مقرر کر دیئے گئے ہیں، ان سے تجاوز نہ کیا جائے۔

مغربی تمدن و تہذیب کا جائزہ لیتے وقت ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ عورت کو آخری درجہ تک آزادی دے دی گئی، ایسی کھلی چھوٹ قدیم رومی اور یونانی تہذیب سے ضرور میل کھاتی ہے لیکن اسلام سے وہ جوڑ نہیں کھاتی اس لیے ہمارے واسطے تو نہایت ضروری ہے کہ سب سے پہلے ہمیں اسلام کی قائم کردہ حدود معلوم ہوں، پھر ان حدود کی مکمل رعایت کی جائے، مغرب کے اندر مذہب کو عبادت گاہوں میں محدود تصور کیا جاتا ہے، لیکن ہمارے اسلام میں مذہب کا دنیا سے تعارض نہیں ہے مذہب کا دائرہ صرف مسجدوں کے اندر سمٹ کر نہیں رہ جاتا ہے، بلکہ وہ زندگی کے ہر گوشہ میں داخل ہوتا ہے اور رہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔

ثقافت کے میدان میں بھی ہمیں اس اہم نکتہ کو سامنے رکھنا ہو گا، چنانچہ ادب و فن کے میدانوں میں بھی یہ بات لازم ہو گی کہ وہ اسلامی تعلیمات سے ٹکراتے نہ ہوں، خدائی قانون کے حدود سے وہ آزاد نہ ہوں۔

ادب و فن کے میدان میں ہمیں کس حد تک آزادی حاصل ہے، اس کا اندازہ لگانے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ان کی تعلیمات پر ایک نظر ڈالنا کافی ہو گا۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: سوال و جواب

س:۔ آج کل مسلمان اور غیر مسلم یکساں لباس پہنتے ہیں دونوں داڑھیاں منڈواتے ہیں، عام طور سے پتہ نہیں چل پاتا کہ کون مسلمان ہے، کون غیر مسلم علاوہ چند مسلمانوں کے جن کی وضع قطع سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان ہیں تو کیا ایسی مشکوک حالت میں سلام کیا جائے یا نہیں؟

ج:۔ جس شخص کے بارہ میں اطمینان نہ ہو کہ یہ مسلمان ہے اسے سلام نہ کرنا چاہیے۔

س:۔ کیا غیر مسلم کے ساتھ کھانا پینا درست ہے؟

ج:۔ غیر مسلم کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے۔

حقیقت و عبرت

مولانا عبد اللہ عباس ندوی

تعمیر حیات ان حالات میں ———— سامنے آ رہا ہے، جبکہ خدائے ذوالجلال کی ابدی و لافانی قدرت کا مظاہرہ ہم اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں ———— مقلب القلوب ہم کو راہ حق پر ثابت قدم رکھے، موت تباہی بربادی کا قصہ اس دنیا میں کوئی نیا واقعہ نہیں ہے، جہاں بھی پیش آئے اور جب بھی پیش آئے دردناک ہے۔ غم غم ہے اپنے کا ہو یا پرائے کا، اور ہم مسلمانوں کے نزدیک تو کوئی بھی پرایا یا غیر نہیں ہے "کلکم من آدم و آدم من تراب" تم سب اولاد آدم ہو، اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے۔ اور ہم اس رحمت عالم کی امت ہیں جو رات کی تاریکیوں میں اٹھ کر فرمایا کرتے تھے "اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ تمام انسان بھائی بھائی ہیں"۔ یہ لوگ بھی ہمارے بھائی تھے جو لاتور کے گاؤں کیلاری میں اور عثمان آباد کے علاقے میں آباد تھے، کل تک ان میں زندگی اور زندگی کی تمام رعنائیاں تھیں، مگر پل بھر میں گاؤں کے گاؤں صفحہ ہستی سے مٹ گئے گویا کسی زمانہ میں آباد نہ تھے۔

"اَتٰهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ" ہمارا حکم آ گیا راتوں رات یا دن کی کسی گھڑی میں) تو ہم نے ان بستیوں کو ایسا کر دیا جیسے کٹی ہوئی کھیتیاں ہیں، اور لوگ ایسے ہو گئے جیسے کبھی آبادی نہ تھے۔

اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے گاؤں لاپتہ ہو گئے، جس زمین پر چلتے تھے کھیتی باڑی کرتے تھے، مکانات و محلات تعمیر کرتے تھے وہ زمین ان کو یکبارگی نگل گئی۔ پھر موسلا دھار بارش: "وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرَ السَّوْءِ" کا منظر پیش کر رہی تھی ملبے کے نیچے سے نکلی ہوئی لاشیں سڑ رہی ہیں، ان کے تعفن سے وبا پھیل رہی ہے ان کو جلانے کے لیے لکڑیاں بھی نہیں مل رہی ہیں، جو زندہ ہیں وہ مردوں کے کیا کام آ سکتے ہیں؟ یہ بے بسی بھی دیکھ لیجئے، ساری دنیا سے لاکھوں بلکہ کروڑوں کے حساب سے دوائیں غلے آ رہی ہیں مگر یہ ساری دولت زندگی کی ایک سانس واپس نہیں کر سکتی، جو زندہ رہ گئے ہیں ان میں ہزاروں اپاہج، لنگڑے، اندھے، ہو گئے ہیں، ان کو یہ پونڈ اور ڈالر کی امداد زندگی کی کوئی نعمت واپس نہیں کر سکتی۔

انسان انسان ہی ہے، کمزور، اوہام کی دنیا میں مگن رہنے والا، اس کو نہیں معلوم آنے والا پل اس کے لیے کیا پیغام لا رہا ہے۔ جب اس سے کہا جاتا ہے کہ خدا کا بھی کوئی قانون ہے، تم سے پہلے بھی لوگ گذر چکے ہیں، جن کی یہ تصویر قرآن دکھا چکا ہے کہ:

"فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ" ان کو زلزلے نے آ دبوچا تو اپنے گھروں میں (جس طرح اوندھے پڑے تھے) اسی طرح اوندھے پڑے رہ گئے

تو سن کر منہ پھیر لیتا ہے، اپنی اکڑ پر، گھمنڈ پر، ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم، خود فریبی میں مبتلا۔

"وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا" جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی تو وہ تکبر کرتا اس طرح منہ پھیرتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں۔

پھر قدرت الٰہی جب اس کو سناتی ہے اور اس کے نعرۂ استکبار کا جواب آ جاتا ہے تو دنیا ہی بدل جاتی ہے۔

"وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ" اور ان ظالموں کو ایک (خدائی) نعرہ آ دبانا ہے جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے کے پڑے رہ جاتے ہیں۔

"رجفات" (زلزلے) دنیا میں پہلے بھی آئے ہیں، اور آج بھی آ رہے ہیں، جو گیا وہ واپس نہیں آ سکتا، جو بستیاں نیست و نابود ہو گئیں اس کے باشندے ہمیشہ کے لیے فنا ہو گئے۔ نئے لوگ آ لیں گے، اور نئی دنیا بسا لیں گے۔ مگر آج کے مٹنے والوں کو کون یاد رکھے گا؟ تاریخ میں ان کی گنتی ہی بتائی جائے گی، جیسے عاد، ثمود، قوم شعیب و قوم لوط کے قصے ہم سنتے ہیں، اور سنی ان سنی کر دیتے ہیں، کاش ہمارے رضا کار اب بھی ہوش میں آئیں کہ پروردگار کی بھی ایک طاقت ہے، کاش یہ لوگ اب بھی مان لیں کہ کارساز کا دست قدرت کوئی قوت رکھتا ہے۔

عالم اسلام

نذر الحفیظ ندوی ازہری

امن و صلح کا معاہدہ........ مگر کس قیمت پر؟

قومے فروختند چہ ارزاں فروختند

یاسر عرفات اور اسرائیل کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے اس کا خلاصہ اس طرح کیا جاسکتا ہے۔ بیت المقدس کو صرف ساٹھ ارب ڈالر میں فروخت کردیا گیا، اسی کے ساتھ فلسطینی تحریک کا اغوا اور قتل ہوگیا، اس پر مہر تصدیق ثبت کرنے میں امریکہ و روس کے ساتھ مصر خاص طور سے اور تمام عرب ممالک عام طور پر شامل ہیں۔

میڈرڈ میں جب فلسطینیوں اور اسرائیلیوں کے درمیان گفتگو کا آغاز ہوا تھا تو فلسطینیوں کی اکثریت نے اس گفتگو میں شرکت سے انکار کردیا تھا کہ اس کے نتائج بجز خسارے کے کچھ نہیں نکلیں گے پھر جب اسرائیل نے چار سو پندرہ فلسطینیوں کو جلا وطن کردیا تو اس گفتگو میں رکاوٹ آگئی، لیکن مصر اور یاسر عرفات نے وفد پر دباؤ ڈالا، بالآخر یہ وفد واشنگٹن جانے کے لیے تیار ہوگیا، لیکن جلد ہی یہ بات سامنے آگئی کہ گفتگو ایک ایسے مرحلے تک پہنچ گئی ہے جہاں سے آگے بڑھنا ممکن نہیں، اس نازک موقع پر یہودی شاطروں کے استاذ شمعون پیریز آگے بڑھے اور انھوں نے براہ راست یاسر عرفات اور ان کے خصوصی مشیروں سے خفیہ ملاقاتوں کا پروگرام بنایا اور ناروے کے وزیر خارجہ کے اشتراک و تعاون سے بارہ انتہائی خفیہ نشستوں کے بعد مطلوبہ نتائج حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کرلی۔

امریکی روزنامہ نیویارک ٹائمز نے ان خفیہ نشستوں کی تفصیلات گذشتہ ہفتہ شائع کی ہیں، اس کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ ناروے کی اکیڈمی کے صدر مسٹر لارسن مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں وہاں کے باشندوں کے حالات کا جائزہ لینے مارچ ۱۹۹۲ء میں گئے ہوئے تھے۔ ان کی ملاقات اسرائیلی وزیر خارجہ کے دوست بیلن سے ہوئی، گفتگو کے دوران لارسن نے پیش کش کی کہ اگر اسرائیلی تیار ہوں تو وہ فلسطینی رہنماؤں کے ساتھ براہ راست گفتگو کرنے کے لیے تیار ہیں، بیلن نے اس گفتگو سے شمعون پیریز کو مطلع کیا، انھوں نے ہدایت کی کہ لارسن سے برابر رابطہ رکھو، ایک سال کے بعد بیلن اسرائیلی وزیر خارجہ کے نائب بن گئے تو یہ سلسلہ جنبانی پھر شروع ہوئی، آخر کار ناروے کی حکومت نے اسرائیل کو مطلع کردیا کہ وہ اسرائیلی حکام اور فلسطینی ذمہ داروں کے درمیان ملاقات کے لیے بطور میزبان کے تیار ہیں۔ اس مرحلہ کے طے ہونے کے بعد اصل قضیہ یہ سامنے آیا کہ کسی طرح اس ملاقات اور گفتگو کو راز میں رکھا جائے۔ آخر کار یہ نازک کام بھی طے ہوگیا کہ بارہ آدمیوں کے علاوہ کسی کو اس گفتگو کا علم نہ ہو۔

۲۰ر جنوری ۱۹۹۳ء کو دونوں دشمنوں کے درمیان پہلی ملاقات ناروے کی راجدھانی سے ساٹھ کیلومیٹر دور اس جگہ ہوئی جہاں ناروے کے حکمرانوں نے سرسبز و شاداب کھیتوں اور باغات سے گھرے ہوئے محلات تفریح کے لیے بنائے تھے۔ ان ملاقاتوں سے پہلے تحریک آزادی فلسطین اور اسرائیل دونوں نے اپنے اپنے ان قوانین میں ترمیم کی جن میں ایک دوسرے سے ملاقات اور گفتگو پر سخت پابندی اور سزائیں تھیں۔ ان چودہ نشستوں میں نشیب و فراز آئے، اور پیچیدہ مسائل و مشکلات کا انھیں سامنا کرنا پڑا، بعض نشستیں قاہرہ میں بھی ہوئیں جہاں مصری حکام نے فلسطینیوں پر دباؤ ڈالا اور ان کو سمجھوتہ پر راضی کرنے اور سبز باغ دکھانے کا کارنامہ انجام دیا، بنیادی طور پر جو مشکلات پیش آئیں ان میں غزہ اور اریحا کے درمیان پل پر کنٹرول، اقتصادی، تجارتی تعلقات اور ایک دوسرے کو تسلیم کرنے کی باتیں تھیں۔ ۱۹ر اگست کو اسرائیلی وزیر خارجہ ناروے کے دورے پر گئے کہ یہ معمول کا دورہ ہے۔ شاہی ضیافت سے فارغ ہوکر جب شمعون پیریز سرکاری مہمان خانے کے کمرے میں آئے تو وہاں فلسطینی رہنما احمد قریع ان کا انتظار کررہے تھے۔ یہ پہلی ملاقات دو اعلیٰ ذمہ داروں کے درمیان تھی۔ دونوں نے پہلے سے تیار شدہ معاہدہ پر دستخط کیے، اسرائیلی وزیر خارجہ نے اسی وقت اسحاق رابین کو فون کیا، سوتے سے ان کو جگایا گیا، معاہدہ پر دستخط کی خبر سن کر انھوں نے کہا کہ یہ ایک اچھی خبر ہے۔ تم اسی وقت امریکہ جاؤ اور امریکی صدر اور وزیر خارجہ کو تفصیلات بتاکر تعاون کی درخواست کرو۔ واضح رہے کہ اونچی سطح پر صرف صدر اور وزیر خارجہ کو اس گفتگو کا علم تھا۔ امریکہ نے اس معاہدہ میں کسی مرحلے پر بھی مداخلت سے گریز کیا، البتہ مصر نے مداخلت کی بھی تو اس میں اسرائیل کی طرفداری کی اور فلسطینیوں پر دباؤ ڈالا۔ لیکن فلسطینیوں اور اسرائیلیوں دونوں نے مصریوں کا کوئی تذکرہ نہیں کیا اور نہ ہی قاہرہ کے کسی رول کا اشارۃً بھی ذکر کیا، اس سے مصری حکام اور مصری اخبارات خاصے خفا ہیں۔

اس معاہدہ کے تجزیہ سے ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہے کہ فلسطینیوں کو اپنے وطن میں سے صرف دو فیصدی علاقہ ملا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ داخلی و خارجی اور اقتصادی و تعلیمی پالیسی میں ان کا کوئی عمل دخل نہیں ہوگا۔ جن علاقوں پر فلسطینیوں کو حق خود اختیاری حاصل ہوگا وہاں سرکاری تنصیبات پر فلسطینی پرچم کے ساتھ اسرائیلی پرچم لہرائے گا۔

کویت کے اخبارات نے اسرائیلیوں اور فلسطینیوں کے درمیان اس معاہدہ سے متعلق خفیہ دفعات اور ذیلی معاہدوں کی تفصیلات شائع کی ہیں جن کو پڑھ کر اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ؎

حمیت نام ہے جس کا گئی تیمور کے گھر سے

اور؎

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یاسر عرفات نے تحریک کے آغاز ہی سے اس جدوجہد کا رخ سیکولرازم کی طرف موڑ دیا تھا۔ وہ اپنے بیانات میں برابر ایسی سیکولر حکومت کے قیام پر زور دیتے تھے جس میں تمام قوموں کو مساوی حقوق حاصل ہوں، بیت المقدس کی بازیابی کا مسئلہ ان کے نزدیک کسی اہمیت کا حامل نہ تھا۔ اسی بنا پر مغربی میڈیا نے عرفات کو غیر معمولی اہمیت دی، اور ان کے تمام بیانات اور نقل و حرکت کی تفصیلات شائع کرتا رہا۔ دوسری طرف اس کی بنیادی وجہ یہ بھی تھی کہ بڑی عیاری سے یاسر عرفات کو ایسے مشیروں نے گھیر لیا جو سب کے سب کٹر عیسائی تھے، اس تابوت میں آخری کیل سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق ان کی محبوبہ، سکریٹری اور بعد میں بیوی سہیٰ الطویل نے جڑ دیئے جب یاسر عرفات سے شادی کرلی تاکہ تحریک فلسطین ہر طرف سے عیسائیوں کے کنٹرول میں رہے اور اسلامی عناصر غالب نہ آنے پائیں۔

(اگلے شمارے میں یاسر عرفات کے عیسائی مشیروں کی فہرست ملاحظہ فرمائیں)

تیسری بنیادی وجہ یہ ہوئی کہ حماس کی تحریک کی روز بروز کامیابی اور غیر معمولی دینی بیداری سے اسرائیلی خائف ہوگئے کہ ان کا مقابلہ اگر کوئی کرسکتا ہے تو وہ تحریک آزادی فلسطین ہے جس کے ذریعہ سانپ بھی مرجائے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی۔

چوتھی بنیادی وجہ یہودیوں کا یہ خوف و اندیشہ تھا کہ کہیں بوسنیا ہرزیگوینا کے مسلمانوں کی طرح امریکی و یورپی عیسائی ہماری بھی صفائی نہ کرنے لگیں، جیسا کہ شمعون پیریز نے اپنے ایک بیان میں اس اندیشے کا اظہار کیا تھا۔

❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋

ماسوا سے ہو نہ ڈر پیدا

مولانا ابو محفوظ الکریم معصومی

رجا و خوف کا ہوتا ہے جب دل میں ہنر پیدا
لگائیں لو اسی سے جس کی قدرت کو یہ زیبا ہے
نتائج استقامت کے عیاں ہیں کوہساروں سے
سعادت بہر استقبال آدم منتظر ٹھہری
جو مشت خاک دل اخلاص و قربانی کا پیکر ہو
یہ شعر حضرت اقبالؒ ہے درس خود آگاہی

تو چشم تر کی ہر اک بوند کرتی ہے گہر پیدا
کہ ڈر اس کا ہو دل میں، ماسوا سے ہو نہ ڈر پیدا
کہیں آب رواں جاری، کہیں رقص شرر پیدا
فقط درکار ہے ہم میں بھی ہو ذوق نظر پیدا
تو ہر دیوار زنداں میں ملے گا اس کو در پیدا
مگر ہے شرط پہلو میں ہو شاہیں کا جگر پیدا

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اسرائیل کے ساتھ خفیہ معاہدہ کے دفعات پر ایک نظر

الوالمعظم ندوی

خفیہ دفعات کا جائزہ

کویتی روزنامہ "الوطن" نے اس معاہدے کے خفیہ دفعات کی جو تفصیلات شائع کی ہیں ان کا خلاصہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیے:

• اس معاہدہ کے ہوتے ہی مختلف ملکوں میں قائم فلسطینی سفارت خانے بند کردیئے جائیں گے۔ فلسطینی سفیر اسرائیلی سفارت خانوں میں فلسطینی معاملات کو انجام دینے کے لیے مقرر کیے جائیں گے۔

• مستقبل میں کسی بھی فلسطینی حکومت کے قیام کی کوئی جدوجہد نہیں کی جائے گی۔

• غزہ و اریحا کے فلسطینیوں کو جو حق خود مختاری دی گئی ہے اس کے مطابق اسرائیلی سکہ اور اسرائیلی پاسپورٹ جاری ہوگا۔ اسرائیلی پاسپورٹ کے قومیت کے خانہ میں فلسطینی لکھا جائے گا، بالفاظ دیگر دوسرے درجہ کے شہری جیسا سلوک کیا جائے گا۔

• حق خود اختیاری کے پانچ سال کے اندر فلسطینیوں کو اس کا کوئی حق نہیں ہوگا کہ اردن، مصر، شام، لبنان میں موجود لاکھوں فلسطینی پناہ گزینوں کو واپس غزہ بلائیں، اسی طرح اگر کسی فلسطینی نے ماضی میں اسرائیل کے خلاف کوئی جنگی کارروائی کی ہے تو اسے غزہ و اریحا میں داخلے کا کوئی حق اس وقت تک نہ ہوگا جب تک کہ اسرائیلی وزارت خارجہ اس کی چال چلن کے نیک ہونے کا سرٹیفکیٹ نہ دے دے۔

• اسرائیل کی کوئی بھی حکومت اس معاہدہ کو کسی وقت بھی منسوخ کرسکتی ہے، اگر اس کو یہ محسوس ہوجائے کہ ہماری سیاسی اور سلامتی کو خطرہ لاحق ہے، بالفاظ دیگر فلسطین کی سرزمین پر مستقبل میں کسی سیاسی اور فوجی سرگرمی کا کوئی امکان نہیں۔

• دفعہ ۷ کے تحت تنظیم آزادی فلسطین ان تمام تنظیموں اور جماعتوں کو کلی طور پر ختم کردے گی جو اسرائیل کے خلاف جدوجہد کررہی ہیں۔ اسی طرح کسی سیاسی یا سماجی و دینی تحریک و تنظیم کی تشکیل کا کوئی حق فلسطینیوں کو نہ ہوگا۔

حق خود اختیاری کے فرائض حرف ——

اسرائیلی پولیس کی نگرانی میں اسرائیلی قوانین اور لائحہ عمل کے مطابق غزہ و اریحا میں امن و امان قائم رکھے۔ اسی طرح کسی بیرونی فلسطینی کو غزہ و اریحا میں آنے کی اجازت اس وقت مل سکتی ہے جب اسرائیلی وزارت داخلہ خصوصی اجازت نامہ داخل کرے۔

• تنظیم آزادی فلسطین نے یہ عہد و معاہدہ کیا ہے کہ اس معاہدہ پر دستخط کے بعد تین ماہ کے اندر فلسطینی سرزمین پر سرگرم عمل حماس اور دوسری تنظیموں کے ارکان و ممبران کے نام اور اسلحہ کے ذخائر کی تفصیلات سے موساد کو مطلع کردے گی۔ اگر کوئی فلسطینی تنظیم اس مقصد سے قائم ہوتی ہے کہ اسرائیل کے خلاف جدوجہد کی جائے تو تنظیم آزادی فلسطین ان سے سیاسی و فوجی سطح پر نمٹے گی۔ اصولپسندوں کو ختم کرنے میں موساد کے علاوہ مصری پولیس سے بھی مدد لی جائے گی۔ (دفعہ چار)

ضمیمہ ۳: میں اقتصادی اور مالیاتی امور کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

اسرائیلی حکومت کے بجٹ ہی میں فلسطینیوں کا بجٹ ہوگا۔ ان کو الگ سے بجٹ بنانے کی ضرورت نہیں، اور نہ ہی آزاد تجارت اور عرب ملکوں سے تجارتی معاہدے کرنے کی اجازت ہوگی اور نہ ہی فلسطینی کسی بیرونی امداد کو قبول کریں گے جب تک اسرائیلی حکومت اجازت نہ دے، فلسطینیوں کو اس کا حق نہیں ہوگا کہ وہ غزہ و اریحا میں آزادانہ تجارت کریں یا کسی منصوبے میں سرمایہ کاری کریں۔ عرب ملکوں سے جو تجارت ہوگی وہ اسرائیلی وزارت خارجہ کے ذریعہ انجام پائے گی، فلسطینیوں کو یہ حق بھی نہیں ہے کہ وہ بیرون ملک فلسطینی مقیم فلسطینیوں کے ساتھ تجارتی معاہدے کریں۔ البتہ فلسطینیوں کو عرب ممالک میں اسرائیلی مصنوعات کو فروخت کرنے اور انھیں فروغ دینے کی اجازت ہوگی۔

• اگر کوئی اسرائیلی غزہ و اریحا میں زمین خریدنا چاہے، مکان بنانا چاہے تو فلسطینی حکومت اس کے لئے سہولتیں فراہم کرے گی۔ فلسطینیوں کو یہ حق نہیں حاصل ہوگا کہ وہ یہودیوں کی اسرائیلی اور ان کی کالونیوں کے بسائے جانے کی مخالفت کریں۔

دفعہ ۸، میں یہ بھی معاہدہ ہے کہ فلسطینی اور اسرائیلی ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈہ بند کردیں گے۔ اس طرح یہ کہنا فلسطینی بند کردیں گے کہ اسرائیلیوں کو فلسطین پر تاریخی حق نہیں ہے۔

اس معاہدہ کے دونوں فریق یہ عہد کرتے ہیں کہ ہمارے اصل دشمن اصولپسند مسلمان ہیں اسی لئے ہم اپنی ساری صلاحیتیں اور جدوجہد ان لوگوں کو ختم کرنے میں لگادیں گے۔

• اگر کسی عرب ملک کے ساتھ کوئی فوجی تصادم یا سیاسی کشمکش ہوگی تو فلسطینیوں کو قطعاً اس کا حق نہیں ہوگا کہ وہ اسرائیل کے خلاف کسی فوجی یا سیاسی سرگرمی میں ملوث ہوں، اور نہ ہی فلسطینی کسی عرب ملک میں اسرائیلیوں کے خلاف کسی پروپیگنڈے میں حصہ لے سکتے ہیں البتہ اسرائیل کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ فلسطینیوں کو علم میں لائے بغیر کسی عرب کے خلاف فوجی یا سیاسی، میڈیا کی سطح پر کارروائی کرسکتی ہے۔

• اسرائیلی حکومت کے ذمہ داروں کی طرف سے فلسطینی خود مختاری والے علاقوں میں مشاہدین موجود ہوں گے۔ جو اس معاہدہ پر تنفیذ کی نگرانی کریں گے۔ اسرائیلی حکومت کو یہ حق ہر وقت حاصل ہوگا کہ وہ جب چاہے مطلوب فلسطینیوں یا اسرائیلی مجرموں کی خانہ تلاشی لے۔ ضروری نہیں کہ فلسطینیوں کو اس تلاشی یا گرفتاری کے متعلق معلومات بھی بہم پہنچائے۔ فلسطینیوں کو اس کا حق نہیں ہوگا کہ وہ کسی وزارت کی خود سے تشکیل کریں، یا سرکاری سطح پر کسی کمیٹی کی تشکیل کریں۔ یا کسی فلسطینی عمارت یا دفتر پر فلسطینی پرچم لہرائیں، ہاں فلسطینی پرچم کے ساتھ اسرائیلی پرچم کا ہونا ضروری ہے۔

اس معاہدہ کے متعلق خود فلسطینیوں کا ردعمل کیا ہے:

فلسطینیوں کی اکثریت نے اس معاہدے کو کلی طور پر مسترد کردیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس معاہدہ نے فلسطینیوں کو فلسطینیوں کے بالمقابل کھڑا کردیا ہے۔ اسرائیلی فوج کے تعاون سے فلسطینی یاسر عرفات کی قیادت میں اپنے عناصر پر ٹوٹ پڑیں گے۔ نتیجہ خونریزی کے سوا کچھ نہیں۔ جب خونریزی ہوگی تو اسرائیل اس کا بہانہ بنا کر اس معاہدہ کو ختم کردے گا مگر اس وقت جب کہ دیندار عناصر کا خاتمہ ہوچکا ہوگا۔ الجزائر کے شاذلی بن جدید نے صرف ایک ہفتہ کے اندر پانچ سو مسلمانوں کو ختم کیا تھا جبکہ اسرائیل نے یہ تعداد تین سال میں پوری کی تھی۔

• بیت المقدس کو اس معاہدہ سے الگ رکھا گیا ہے۔ اسرائیل نے اس شرط پر گفتگو میں شرکت کی تھی کہ فلسطینی بیت المقدس کے مطالبے سے دستبردار ہوجائیں گے۔

• لیکوڈ کی حکومت اگر قائم ہوگئی تو وہ اس معاہدہ کو کالعدم قرار دیدے گی جیسا کہ اس نے کہا ہے اس طرح اس معاہدہ کی بین الاقوامی یا قانونی ضمانت بھی نہیں ہے جو اسرائیل کو معاہدہ کی تنفیذ پر مجبور کرے۔

• اس معاہدہ پر دستخط کا مطلب یہ ہے کہ اسرائیلی حکومت کے اندر رہتے ہوئے فلسطینیوں نے ایک چھوٹی سی مقید اور مفلوج حکومت قبول کرلی ہے۔

• اس معاہدہ کا مطلب یہ ہے کہ مغربی کنارہ پر فلسطینی حق سے ہم دستبردار ہوگئے ہیں۔

• جب اسرائیل کا مقصد پورا ہوجائے گا تو وہ یاسر عرفات اور ان کے رفقاء کا کام تمام کردیگا۔

• اسرائیل کا بنیادی مقصد حماس اور دینی سرگرمیوں کو ختم کرنا ہے۔ یاسر عرفات اور ان کے رفقاء کا اولین مقصد یہی ہوگا کہ وہ ہر قیمت پر حماس اور اس کے ماتحت دینی تنظیموں کو تشدد کے ذریعہ ختم کردیں تاکہ اس علاقہ پر ان کی فولادی گرفت اور خود ان کا وجود اسرائیل کی نگاہوں میں ثابت ہوجائے کہ ہم آپ کے اصل آلۂ کار ہیں۔

مقبوضہ فلسطین کے رہنے والوں کی اکثریت اس معاہدہ کو مسترد کرتے ہوئے یہی کہتے ہیں کہ؎

خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے
مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشاہی

ضرورت حافظ قرآن

مدرسہ سید احمد شہیدؒ لتحفیظ القرآن الکریم دائرہ شاہ علم اللہؒ تکیہ کلاں رائے بریلی کے لئے ایک حافظ قرآن کی ضرورت ہے جو تعلیم کے فرائض انجام دے سکے۔ حسب صلاحیت معقول تنخواہ دی جائے گی۔

درخواست مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال کریں یا آکر ملیں۔

ڈاکٹر واحد الحسنی ندوی

صدر

مدرسہ سید احمد شہیدؒ لتحفیظ القرآن الکریم۔
تکیہ کلاں دائرہ شاہ علم اللہؒ رائے بریلی یوپی

مغربی میڈیا اور اس کے اثرات

(چوتھی قسط)

نذر الحفیظ ندوی ازہری

امریکی میڈیا پر یہودی قبضہ کی داستان

براعظم امریکہ پر یہودی اثر و نفوذ کی کہانی کسی قدر تفصیل اور گہرائی کے ساتھ مشہور امریکی صنعت کار ہنری فورڈ نے اپنی کتاب "یہودیت سے عالم انسانیت کو خطرہ" میں بیان کی ہے، یہ وہی ہنری فورڈ ہے جس نے ذاتی محنت اور جدوجہد سے موٹر سازی کی صنعت کو فروغ دیا اور فورڈ موٹروں کو پوری دنیا میں معیاری ہونے کی بنا پر غیر معمولی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی تھی۔ جب فورڈ کو اپنی کمپنی کی ترقی کے سلسلہ میں قدم قدم پر یہودیوں کے اثر و نفوذ اور مکر و فریب کا سامنا کرنا پڑا تو اس نے امریکہ کے چوٹی کے ریسرچ اسکالروں کی خدمات حاصل کیں اور ان سے براعظم امریکہ میں یہودیوں کے غیر معمولی اثر و نفوذ کے اسباب و محرکات، ان کی اقتصادی پالیسی اور غیر یہودیوں کے ساتھ ان کے طرز عمل کے متعلق ایک اہم رپورٹ تیار کرائی، اس مقصد کے حصول کے لیے فورڈ نے اس زمانے میں بیس لاکھ ڈالر خرچ کیے تھے۔

رپورٹ تیار ہونے کے بعد فورڈ کی کمپنی کے ترجمان "ڈیر بورن انڈی پنڈنٹ" نے جیسے ہی اس کی پہلی قسط شائع کی یہودیوں کے اندر کھلبلی مچ گئی، ہر طرف سے فورڈ پر دباؤ بڑھنے لگا، یہودیوں کے زیر اثر اخبارات میں ان کے خلاف زبردست طوفان اٹھایا گیا، یہاں تک کہ قتل کی دھمکی بھی دی گئی۔ مجبوراً فورڈ نے اس تحقیقی رپورٹ کی اشاعت رکوا دی، لیکن کتابی صورت میں یہ تحقیقی مقالہ شائع ہوکر بازار میں آگیا۔ یہودیوں نے فوراً ہی ہزاروں نسخے اس کتاب کے خرید کر ضائع کر دیئے، کتاب کے جو نسخے لائبریریوں میں پہنچ چکے تھے وہاں سے بھی ان یہودی شاطروں نے چوری کر کے اس کو ضائع کر دیا۔ البتہ مشہور امریکی صحافی اور فورڈ کے مخلص دوست جیرالڈ کے۔ اسمتھ کے پاس وہ نسخہ محفوظ رہ گیا جو خود فورڈ نے اس کو بطور ہدیہ دیا تھا اور اس کو وصیت کی تھی کہ ہماری موت کے بعد اس کتاب کی اشاعت ضرور ہونی چاہیے تاکہ امریکہ اور انسانی دنیا کو یہودیوں کی تباہ کن سازشوں سے متنبہ کیا جا سکے، یہ کتاب بعد میں لندن سے شائع ہوئی، اس کا عربی ترجمہ بیروت سے "الیہودی العالمی" کے نام سے شائع ہوگیا جو ہمارے پیش نظر ہے۔

کتاب کے سولہ مرکزی عنوانات میں سے چند ابواب اس طرح ہیں۔ امریکہ میں یہودیوں کی آمد کا تاریخی پس منظر، یہودی اثر و نفوذ کے مخفی گوشے، یہودی مظلوم ہیں یا ظالم و جابر، کیا یہودی ایک قوم ہیں؟ صہیونی دانشوروں کی تعلیمات کا جائزہ، یہودی اپنے اثر و نفوذ کا استعمال کس طرح کرتے ہیں، امریکی سیاست پر یہودیوں کی گرفت، بالشویک ازم اور صہیونیت، ڈراموں اور سینما کی صنعت پر یہودیوں کا قبضہ، امریکہ کے قومی ترانے کی دھن میں یہودی موسیقی، امریکی سماج میں شراب، جوا اور اخلاقی فساد کے سرپرست یہودی، عالم انسانیت کی سب سے بڑی مصیبت، یہودی مال و دولت کی حکمرانی، امریکی صحافت پر یہودیوں کا غلبہ۔

فورڈ نے امریکی سماج پر یہودیوں کی غیر معمولی گرفت اور ان کے وسیع اثر و نفوذ کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ امریکی سماج میں جہاں کہیں بھی اخلاقی انحطاط و فساد پایا جاتا ہے اس کے پس پردہ آپ کو یہودی ہی دکھائی دیں گے، شراب، شباب، قمار بازی، بدکاری، رشوت، جنسی اور مالی جرائم، قتل و غارت گری، ڈاکہ زنی قوموں کے درمیان خوں ریز معرکہ آرائی، مہلک اسلحہ سازی، غرض کہ تمام غیر فطری اور غیر اخلاقی جرائم میں یہودیوں کا حصہ تناسب کے اعتبار سے ۸۰ سے ۹۰ ٪ تک ہے۔

فورڈ نے امریکی ڈرامے، سینما اور صحافت کی صنعت کا جائزہ لیتے ہوئے واقعات و شواہد کی روشنی میں لکھا ہے کہ ۱۸۸۵ء سے پہلے ان تمام میدانوں میں یہودیوں کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ لیکن یہودیوں کی آمد کے بعد ہی سے ڈرامے، سینما، صحافت اور تجارت پر یہودی ساہوکار قابض ہو گئے، انھوں نے ان تمام میدانوں پر سرمایہ کے بل پر قبضہ کر لیا ۱۸۸۵ء سے پہلے امریکی سماج میں بے حیائی و بدکاری کا وجود خال خال تھا۔ لیکن یہودی قوم نے ڈراموں، گراموفون ریکارڈوں، اور بعد میں سینما و صحافت کے ذریعہ امریکی سماج کو تباہی و بربادی کے کگار پر کھڑا کر دیا، جب ۱۸۹۴ء میں ایک نقاد نے اپنے اخبار میں یہودیوں کی اس اجارہ داری اور ڈرامہ کے ذریعہ بداخلاقی کو فروغ دینے کی یہودی سازش سے پردہ اٹھایا تو یہودی قوم مشتعل ہوگئی، اخبار کے اشتہارات یہودی سرمایہ داروں نے بند کر دیئے، بالآخر اخبار نے اس ناقد کو ملازمت سے برطرف کر دیا اور یہودیوں سے معافی مانگی تب جاکر اس کے اشتہارات جاری ہوئے۔

یہی حال اس زمانے کے امریکی روزنامہ نیویارک ہیرالڈ کا ہوا جس کے ایڈیٹر جیمس گارڈن نے جان توڑ کوشش اس بات کی کر ڈالی کہ اپنے اخبار کو یہودی اثر و نفوذ اور اس کے دباؤ سے محفوظ رکھیں لیکن یہودی شاطروں نے ان کا اور ان کے اخبار کا ناطقہ بند کر دیا، یہ اخبار اپنے مالک کے انتقال کے بعد یہودیوں کے مکر و فریب کے آگے نہ ٹک سکا اور بند ہوگیا۔

اس کی مفصل اور عبرت ناک کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ مسٹر جیمس گارڈن یہودیوں سے کوئی خاص پرخاش نہیں رکھتے تھے، عام اخبارات کی طرح یہودی اس اخبار کو اشتہارات دیتے تھے کہ اخبارات کی اصل آمدنی اشتہارات سے ہوتی ہے، ایک بار ایک بااثر یہودی سرمایہ دار بداخلاقی اور قتل کے جرائم میں ملوث ہوگیا، اس واقعہ کی خبر جب اخبار کے نامہ نگار نے نام کی تعیین کے ساتھ ایڈیٹر کو دی تو اس نے اخبار کے مالک مسٹر جیمس سے استفسار کیا کہ آیا نام کی تصریح کے ساتھ خبر شائع کر دی جائے یا نہیں، اس درمیان میں نیویارک کے یہودیوں کو پتہ لگ گیا کہ یہ خبر نیویارک ہیرالڈ میں شائع ہونے والی ہے، بس پھر کیا تھا، ہر طرف سے ٹیلیفون آنے شروع ہوگئے، یہودیوں کی ایک جماعت اخبار کے دفتر پہنچ گئی تاکہ خبر شائع نہ ہو، لیکن جیمس نے ان کے آگے جھکنے سے انکار کر دیا۔ خبر شائع ہوئی لیکن دوسرے دن سے لاکھوں ڈالر کے اشتہارات یہودیوں نے بند کر دیئے، مسٹر جیمس نے ہمت نہیں ہاری۔ انھوں نے غیر یہودی سرمایہ داروں اور صنعت کاروں سے رابطہ پیدا کیا اور پانچ سال تک اپنے اخبار میں ان کے اشتہارات شائع کرنے کا معاہدہ کر لیا۔ امریکہ کے غیر یہودیوں کو اس معاہدہ سے بڑی مسرت ہوئی، اس لیے کہ یہودی سرمایہ داروں کے مقابلہ میں ان کے اشتہارات کو کوئی اخبار اہمیت نہیں دیتا تھا۔ اس معاہدہ سے یہودیوں میں کھلبلی مچ گئی، انھوں نے بڑی کوشش کی کہ جیمس یہ معاہدہ منسوخ کر دیں اور ہم سے دوگنی قیمت لے لیں۔ لیکن جیمس نے پھر ان کے آگے جھکنے سے انکار کر دیا۔ اگرچہ جیمس اس معرکہ میں کامیاب و کامران ہوگئے لیکن چند سالوں کے بعد فلاڈلفیا کے ایک یہودی سرمایہ دار ایڈولف اوچ نے نیویارک ٹائمز خرید کر اس کو سرمایہ کے بل بوتے پر ایک ایسے عالمی اخبار میں تبدیل کر دیا جس کا بنیادی مقصد یہودی مقاصد اور مصالح کی ہر قیمت پر خدمت ہے۔ ۱۹۱۹ء میں جیمس کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد یہودیوں نے اس اخبار کو خریدنے کی کوشش کی اس لیے کہ انھوں نے اپنے اشتہارات پر پھر پابندی لگادی تھی۔ لیکن جیمس کے لڑکوں نے یہودیوں کے ہاتھ فروخت کرنے کے بجائے اخبار کو بند کرنا پسند کیا۔ اس طرح ہیرالڈ کے بند ہو جانے کے بعد یہودی ساہوکاروں کے سامنے صحافت کا میدان مقابلے سے خالی ہوگیا، اس واقعہ کے بعد ہی سے یہودیوں نے ذرائع ابلاغ پر اپنی گرفت مستحکم کر دی کہ میڈیا پر قبضہ کر کے ہی پوری دنیا پر حکمرانی کی جا سکتی ہے۔

(باقی آئندہ)

حمد

حاجی محمد احمد دلکش

خالقِ عالم ہے تو، رحمن ہے، تو ہے رحیم
تو جسے چاہے وہ ہو جاتا ہے پل بھر میں نعیم
سب تمہارے بندے ترے احکام کے پابند ہیں
بخش تو میرے خدا ہر شخص کو عقل سلیم

تو صبا میں، گل میں تو ہے اور ہر غنچے میں تو
خوشۂ گندم میں، انگور کے گچھے میں تو
عشق کے سارے فسانوں میں تری تنویر ہے
شبنم و انجم میں تو ہے، حسن کے چرچے میں تو

اس جہانِ رنگ و بو میں زندگانی تجھ سے ہے
بحر میں لہریں ہیں، دریا کی روانی تجھ سے ہے
تیری قدرت آشکارا ہے جہاں میں ہر طرف
ذرہ ذرہ گوہر میں تابندہ نشانی تجھ سے ہے

رزق و عزت، دولت و صحت ترا انعام ہے
تیرے ہی اکرام سے آلام میں آرام ہے
مسجد و مینار و منبر مرکزِ کیفِ اذاں
بول بالا میرے مولیٰ تیرا صبح و شام ہے

سوکھی مٹی کو عطا بارش سے کیں شادابیاں
رنگ و خوشبو پھول کو، ہر پھل کو دیں شیرینیاں
چاند، سورج، بہتے دریا، تیری قدرت کے نشاں
اس جہاں کے باغ کو دی ہیں تو نے رنگینیاں

بادلوں کی گوہر افشانی ترا احسانِ کرم
اپنے بندوں کی دعا کا تو ہی رکھتا ہے بھرم
فضل ہر انسان پر کرتا ہے تو رب کریم
جانتا ہے جب کہ تو کس دل میں ہیں کتنے صنم

داستانِ زندگی میں تیرا سوز و ساز ہے
حسنِ عالم کا ترے ہی نور سے آغاز ہے
میرے مولا تو چھپا بھی ہے، عیاں بھی ہر طرف
تیری جلوہ باریوں کا بھی نیا انداز ہے

ترش و شیریں جو بھی ہے تخلیق ہے تیری ہی رب
بے شمار اشمار و گل اور ان گنت نخل و عنب
کردگارِ رنگ و بو تخلیق کارِ حسن و عشق
کارخانہ ہے جہاں کا تیری تخلیق عجب

تو ہی خالق دل کا ہے اور دل میں ہے تو بھی امنگ
تو نے ہی پیدا کیے یہ سارے پیکر شوخ و شنگ
غیر ممکن ہے ثنا تیری زبانِ عجز سے
بے ثبات ہم بادشاہِ کائناتِ رنگ رنگ

کعبہ و دیر و کلیسا تیری عظمت کے نشاں
تیری دنیا سے نکل کر جائے گا کوئی کہاں
ذائقہ اور قوتِ گویائی تو نے دی ہمیں
شکریہ تیرا نہیں کر سکتی کوئی بھی زباں

انجم و مہتاب و گل اور نغمۂ صوتِ ہزار
جوئے شیریں کی حسیں مضراب سے بجتے ستار
اے خدا تجھ سا نہیں دنیا میں کوئی مہرباں
بے قراروں کو تری رحمت سے ملتا ہے قرار

ہے تمنا تا ابد تیری ثنا جاری رہے
چپہ چپہ پر ترا ابرِ کرم طاری رہے
تیرے افضال و کرم سے جھولیاں بھرتی رہیں
سب سے پہلے بعد سب کے میری بھی باری رہے

ضروری اعلان

تعمیر حیات ۳۰ سال سے ایک سائز پر نکل رہا ہے، اس کی اشاعت بھی الحمد للہ روز افزوں ہے، بہت سے قارئین کی تجویز تھی کہ اس کا سائز چھوٹا کر دیا جائے تاکہ اس کے فائل زیادہ جگہ نہ لیں اور آسانی سے جلدیں بندھ سکیں، الماریوں میں رکھنے کیلیے بڑے خانے نہ بنانے پڑیں۔ لیکن اس تجویز کے ساتھ بعض دوستوں کی رائے یہ ہوئی کہ اسی حجم اور سائز کو باقی رکھا جائے کیونکہ آنکھیں اس کی عادی ہو چکی ہیں، بلکہ ڈاک سے جو اس کا پیکٹ آتا ہے اس سے اس درجہ مانوس ہو چکے ہیں کہ مقررہ تاریخ پر اس طرح کا پیکٹ نظر نہیں آیا تو نگاہ کو جستجو رہتی ہے۔

بہر حال دونوں رائیں ہمدردوں، مخلصوں اور احباب کی ہیں۔ ہم اپنے دیگر قارئین کی رائے کے منتظر ہیں اور امید ہے کہ دو چار اشاعتوں کے بعد اس کے جدید ہیئت سے آپ مانوس ہو جائیں گے۔ اپنی رائے بھیجیں تاکہ نئے سال یعنی نومبر سے یہ تبدیلی کی جا سکے۔

(ادارہ)

بنگلور میں دار الشریعہ کا قیام

شرعی تحقیقات کے لیے ایک اہم اقدام

بنگلور (بذریعہ ڈاک) ۱۲ر ستمبر ۱۹۹۳ء ہندوستانی مسلمانوں کے لیے عموماً اور اہل بنگلور کے لیے خصوصاً ایک اہم تاریخی اور یادگار دن تھا جب کہ ریاست کرناٹک کے پایۂ تخت شہر بنگلور میں شرعی مسائل پر تحقیق کے لیے دار الشریعہ کا قیام عمل میں آیا، جس کا بنیادی مقصد جدید سائنٹفک دلائل کی روشنی میں شریعت اسلامیہ کی معقولیت ثابت کرنا اور اسلام کے ابدی قوانین کی خوبیوں اور اس کے محاسن کو اجاگر کرنا ہے تاکہ غیر مسلموں کے ذہنوں میں اسلام کے بارے میں جو شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں وہ دور ہوں اور وہ نور الٰہی کا روشن و تابناک چہرہ دیکھ سکیں۔ اس کا افتتاح دار العلوم ندوۃ العلماء کے ناظم تعلیمات مولانا ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی کے ہاتھوں عمل میں آیا اور دار الشریعہ کی ضرورت و اہمیت اور اس کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی گئی۔

ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی نے دار الشریعہ اور فرقانیہ اکیڈمی کی نئی لائبریری کا افتتاح کرتے ہوئے مولانا محمد شہاب الدین ندوی کی کاوشوں کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ آج کی محفل بڑی مبارک مجلس ہے جس میں ایک علمی خزانے کا افتتاح عمل میں آرہا ہے۔ فرقانیہ اکیڈمی جو اصلاً ایک فرد واحد کی ہمت عالی کا مظہر ہے، آج اس کی شجرکاری ہو رہی ہے۔

دار الشریعہ جس میں فقہ و دینیات کے مسائل پر تحقیقی مباحث تیار ہوں گے اس خطۂ ارضی کی ایک بیش بہا پیش کش ہوگی جو ملت اسلامیہ کے حضور پیش کی جارہی ہے۔ مولانا شہاب الدین صاحب دار الترجمہ کے تحت جو پروگرام لے کر آگے بڑھ رہے ہیں وہ ایک فرد کا نہیں بلکہ ایک جماعت کا کام ہے جس میں ایسے اہل علم کی ضرورت ہوگی جو جدید مسائل کو براہ راست سمجھتے ہوں۔

جناب میجر خلیل الرحمان نے فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ کی خدمات کا تعارف کراتے ہوئے مولانا محمد شہاب الدین ندوی کے علمی کارناموں کی تفصیل پیش کی۔ مولوی سعید الرحمان ندوی نے دار الترجمہ کی ضرورت و اہمیت اور اس کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی اور مختلف علمائے کرام کے تائیدی بیانات پڑھ کر سنائے۔

اس موقع پر فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ کی نئی اور ضخیم کتاب "اسلام کا قانونِ نکاح" مصنفہ مولانا محمد شہاب الدین ندوی کا اجرا کرتے ہوئے مشہور عالم دین مولانا عبد الحفیظ جنیدی نے اس بات پر زور دیا کہ شریعت کو آسان اور سہل انداز میں پیش کیا جائے۔

اس اجلاس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کرتے ہوئے ریاست کرناٹک کے وزیر وقف و اعلیٰ تعلیم جناب ایس۔ ایم۔ یحییٰ نے مولانا محمد شہاب الدین ندوی کی دینی و علمی خدمات کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ مولانا اس نئی لائبریری اور دار الشریعہ کے ذریعہ مسلم نوجوانوں میں نیا انقلاب لے آئیں گے۔

فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ کے ناظم مولانا محمد شہاب الدین ندوی نے اپنی مختصر تقریر میں دار الشریعہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور قرآنی آیات کے حوالوں سے بتایا کہ اسلام نے علم اور عقل کا استعمال کرنے پر بار بار زور دیا ہے۔

روزنامہ سالار کے چیف ایڈیٹر جناب میر مقصود علی خاں نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ مسلم نوجوانوں کے ذہنوں میں دین کے تعلق سے جو شکوک و شبہات پیدا کر دیے ہیں انھیں دور کرنا ضروری ہے۔ انھوں نے کہا کہ اسلام کا تحقیقی عمل کسی دنیوی فائدے کے لیے نہیں بلکہ خدائی خوشنودی کے لیے ہونا چاہیے۔

آخر میں پروفیسر بشیر احمد رازی نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ جناب خالد عرفان نے نظامت کے فرائض خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیئے۔ اجلاس کے بعد کولس پارک کے بالمقابل ۵ سینٹ جانس چرچ روڈ میں فرقانیہ اکیڈمی کی عظیم الشان لائبریری اور دار الترجمہ کا افتتاح ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی کے ہاتھوں عمل میں آیا۔